منزل پہ بغیر اس کے رسائی نہیں ہوتی
پیدا دلِ انساں میں صفائی نہیں ہوتی

ناچیز ہیں لعل و گہر اس خاک کے آگے
بے وقر ہیں مہر و قمر اس خاک کے آگے
کچھ مال نہیں سیم و زر اس خاک کے آگے
جھکتا ہے فلک کا بھی سر اس خاک کے آگے

اعجاز کچھ آتا ہے انہیں کو نظر اس کا
ہاں جانتے ہیں مرتبہ اہلِ خبر اس کا

پانی میں جو گنگا کے ہے اعجاز نمائی
بھگتوں کو وہ اس خاک میں پنہاں نظر آئی
روشن ہے زمانہ پہ چرن رج کی بڑائی
چٹکی میں اک اس کی ہے دو عالم کی سمائی

پارس سے سوا قدر کے قابل ہے یہ مٹی
خاک اس کی ہے سونا جسے حاصل ہے یہ مٹی

ماتھے کا مکٹ بے ادبی کا ہے خطاوار
اک عجز مکمل کا چرن رج سے ہے اظہار
ہر چند کہ ہے وہ صفت مہر ضیا بار
پنہاں مگر اس میں بھی ہے اک مخزن انوار

تھا مستحقِ خاص اگر چشمِ کرم کا
پانا تھا مکٹ کو بھی شرف خاکِ قدم کا

ہر چند کہ میں فہم و فراست سے ہوں محروم
ہے فیض سے مرشد کے مگر یہ مجھے معلوم
افسانہ ہستی کا ہر اک حرف ہے موہوم
موجود ہے جو شے بھی وہ ہو جائیگی معدوم

شرمندۂ انجام ہے عظمت یہ مکٹ کی
اک روز بدل جائے گی صورت یہ مکٹ کی

خاک کفِ پا قید تغیّر سے بری ہے
یہ منزلِ مقصود رہِ بے خبری ہے
شاہد مرے جذبات کی عرفاں نظری ہے
تائید سخن پریم کے اشکوں کی تری ہے

کم اس کی کسی حال میں سج دھج نہیں ہوتی
پامال تغیّر سے چرن رج نہیں ہوتی

دیتا ہوں نہیں مرتبہ دنیا سے نرالا — ہے سطوت شاہی سے بھی اعزاز یہ اعلیٰ
ایک ایک نگیں اس کا ہے دل چھیننے والا — ہر ذرۂ خاکی میں اسی کا ہے اُجالا
ہمدوش ہیں خورشید و قمر لعل و گہر سے
دیکھو تم اس اعزاز کو باطن کی نظر سے

بھگوان کی تقریر تھی سرمایۂ اعجاز — لیکن نہوئی بھگت کے دل پر اثر انداز
بھگتی کی بدولت تھی اُسے آگہی راز — پھر سلسلۂ عرضِ تمنّا کا تھا آغاز
اب دل کسی اعزاز کا خواہاں ہی نہیں ہے
بھگتی کے صِلہ کا مجھے ارماں ہی نہیں ہے

مانا کہ حضور آپ کا ارشاد بجا ہے — مانا کہ یہ بھگتی کا صلہ بیش بہا ہے
مانا کہ ہر اِک شے سے یہ قیمت میں سوا ہے — اعزاز کا باعث مجھے خاکِ کفِ پا ہے
پھر اور کسی چیز کا ارمان کروں کیا
ماتھے کا مکٹ لیکے میں بھگوان کروں کیا

اِس شوخ کلامی پہ ہوں گو مستحقِ دار — مانا کہ ہوں گستاخیٔ بیہم کا خطا وار
منظور مگر امرِ حقیقت کا ہے اظہار — میں آپ کا اک بندۂ ناچیز ہوں سرکار
محروم ہی رکھئے مجھے اس جاہ و حشم سے
برتر نہیں ماتھے کا مکٹ خاک قدم سے

خاک کفِ پا ہے یہ علاجِ دلِ رنجور — ہے کون بلا اس سے جو ہوتی نہیں کافور
ادراک ہے اندازۂ تاثیر سے معذور — اس خاک میں اک عالمِ اسرار ہے مستور
ہے اس کا تلک جس پہ مبارک وہ جبیں ہے
ہر شخص کی قسمت میں یہ اعزاز نہیں ہے

یہ خاک علاجِ غم و اندوہ و تعب ہے — یہ خاک دلِ زار کی تسکیں کا سبب ہے
اس خاک کے پردے میں نہاں گنجِ طرب ہے — حاصل اسے بھگتوں سے چرن رج کا لقب ہے

ہر چند کہ آمادہ نہ لب تھے پئے گفتار ظاہر تھا تبسم سے مگر پہلوئے انکار
بھگوان نے دیکھا اسے حیرت سے کئی بار پوچھا سبب بخل سخن پھر بصد اصرار

تھا مائل سیر چمنستان حقیقت
یوں بھگت ہوا سلسلہ جنبان حقیقت

کچھ حوصلہ ترک اطاعت نہیں مجھ کو گستاخی انکار کی ہمت نہیں مجھ کو
سرکار اب ارمان فضیلت نہیں مجھ کو اس چیز کی دنیا میں ضرورت نہیں مجھ کو

مانا کہ مکٹ آئینہ شان عطا ہے
کافی مری توقیر کو خاک کف پا ہے

اس شوخی انکار سے مسرور تھے بھگوان اک سحر تھا یہ جس سے کہ مسحور تھے بھگوان
ناظر نگہ عجز بھی منظور تھے بھگوان ہر چند کہ مختار تھے مجبور تھے بھگوان

پھر آپ مخاطب ہوئے اس مرد غنی سے
کرنے لگے بس میں اسے شیریں دہنی سے

ملتھے کا مکٹ خاص بلندی کا نشاں ہے ہر نقش سے اک مطلع انوار عیاں ہے
پایہ میں ہے برتر تو یہ قیمت میں گراں ہے چیز اس سے سوا بیش بہا کوئی کہاں ہے

یہ شان یہ رفعت نہیں افلاک بریں میں
دیکھیں جو اسے شرم سے گڑ جائیں زمیں میں

تابش میں تفوق ہے اسے مہر مبیں پر نور ازلی اس سے ہے گستردہ زمیں پر
ہے اس کی فرشتوں کو ہوس عرش بریں پر اس تاج کو حاصل تھا شرف میری جبیں پر

اپنا ہی تمہیں ہمسر و ہم پایہ بنا دوں
بھگتی کا صلہ اس سے سوا اور میں کیا دوں

بھگتی کا اعزاز

کرنا تھا کسی بھگت کو اک روز سرفراز　　منظور تھی افزونیٔ سرمایۂ اعزاز
ماتھے کا مکٹ ہاتھ میں لیکر بصد انداز　　بھگوان ہوئے یوں لب گویا سے فسوں ساز
بھگتوں میں سوا سب سے ہے توقیر تمہاری
عزت ہے مری آج سے جاگیر تمہاری

اس پریم کے جذبہ کا ہے دل سے مجھے اقرار　　تم منزلت خاص کے بیشک ہو سزاوار
مثل مہ و خورشید ہے یہ منبع انوار　　اب سر پہ تمہارے یہ مکٹ ہوگا ضیا بار
بھگتوں میں تمہارا کہیں ہمتا نہیں پایا
اب تک کسی پر بھی یہ پایا نہیں پایا

بھگوان کی تقریر میں کیا راز نہاں تھا　　اس بھگت پہ ظاہر تھا ہویدا تھا عیاں تھا
دریا اِدھر آنکھوں سے اک اشکوں کا رواں تھا　　دل آگ سے بھگتی کی اُدھر اُس کا تپاں تھا
خاموش تھا نظر خاک کفِ پا پہ لگی تھی
اک مُہر سی گویا لبِ گویا پہ لگی تھی

تقدیر سے وا دیدۂ انجام نگر تھا　　یکسوئی تھی دھیان اسکا ادھر تھا نہ اُدھر تھا
بیتابیٔ جذبات کا کچھ دل پہ اثر تھا　　بھگوان کا کچھ پاسِ ادب مدِ نظر تھا
یارائے تکلّم تھا زباں کو نہ دہن کو
اظہار کی حسرت ہی رہی رنگ سخن کو

از جناب چندر بھان صاحب کیفی دہلوی

ہے کیا خوب سعی جناب منوّر　　دکھائی نئے رنگ سے شانِ گیتا
پئے سالِ تاریخ کیفی نے لکھا　　کہ ہے موجِ نظمِ عرفانِ گیتا
۱۹۳۶ء

از جناب گیان پرکاش صاحب اختر بریلوی

کہیے اس کو چراغِ عرفاں　　لکھیے اس کو ایاغِ عرفاں
کیا خوب کہ ہے خود اپنی تاریخ　　یہ تازہ نسیمِ باغِ عرفاں
سمبت ۱۹۹۲

از جناب کالی چرن صاحب سکسینہ اثر دہلوی

اِس صحیفے سے دوبالا ہو گئی شانِ ادب　　جس کا اک اک حرف ہے عقدہ کشائے معرفت
روحِ خوابیدہ کو اس نے یک بیک چونکا دیا　　دل کی گہرائی میں گونج اٹھی صدائے معرفت
شاہدِ معنی کے لب پر ہے اثرؔ یہ سالِ طبع
آئی اٹھلاتی ہوئی ہر سو ہوائے معرفت
سمبت ۱۹۹۲

کسی جدید کتاب کی تصنیف طباعت اور اشاعت کے سلسلہ میں تاریخوں کا درج کرنا اگرچہ ارتقائے مذاق کے زیر اثر ایک پرانا دستور ہوگیا ہے، تاہم میرا یہ اخلاقی فرض ہے کہ "نسیمِ عرفاں" کے متعلق بعض کرم فرماؤں نے جو تاریخیں عنایت فرمائی ہیں انہیں نہایت فخر و مسرت کے ساتھ "نسیمِ عرفاں" کے پہلو بہ پہلو جگہ دوں۔ اِن تاریخوں کے لئے میں اپنے عنایت فرماؤں کا تہ دل سے شکرگزار ہوں، اور ان کو خلوصِ محبت کا آئینہ سمجھتا ہوں۔ عمِ بزرگوار عالیجناب منشی ماتا پرشاد نیساںؔ مدظلہ نے اِس پیرانہ سالی میں اپنا تبرک عطا فرمایا ہے، اور میں اس کو خاص طور پر سر آنکھوں سے لگاتا ہوں۔ کاش آپ کا سایہ تا مدت ہمارے سروں پر قایم رہے۔"

راقم:۔ منورؔ لکھنوی

از جناب منشی ماتا پرشاد صاحب نیساںؔ لکھنوی

چھوٹے بھائی کا ہے فرزند بشیشور پرشاد ۔۔۔ نکتہ داں، نکتہ رس و نکتہ ور و دانشمند

اِسکی بندش میں ہوا کرتے ہیں مضمون بلیغ ۔۔۔ جو دستِ طبع سے حاصل ہے اسے فکر بلند

ترجمہ کرشن کی گیتا کا کیا ہے اِس نے ۔۔۔ کوزۂ شعر میں گویا ہے کیا دریا بند

ہے رقم صنعتِ منقوطہ میں نیساںؔ تاریخ ۔۔۔ ترجمہ نظم یہ گیتا کا ہے معقول و پسند

۱۹۲۵ء

۷۶

ہے ارجن و کرشن کی عجب ذات | ارجن دونوں کی ہے بڑی بات
کرتا ہوں میں یاد جب نظارا | باہم دونوں کی گفتگو کا
آنکھیں کھلتی ہیں آگہی کی | دوڑ اٹھتی ہے لہر سی خوشی کی
حیرت سے تمام تر بھری تھیں | باتیں یہ بڑے ہی کام کی تھیں

۷۷

وہ جلوہ نمائی جہانگیر | وہ ہوش ربا طلسم تصویر
ارجن وہ ہری کی پاک مورت | حیرت انگیز شکل و صورت
پیہم آتی ہے یاد مجھ کو | کر جاتی ہے مست و شاد مجھ کو
ہوتی ہے عجیب دل کی حالت | رہتی نہیں انتہائے حیرت

۷۸

وہ یوگ کی مملکت کے سلطان | موجود جہاں ہیں کرشن بھگوان
وہ ناوک و قوس سے مزین | ارجن کی جدھر ہو ذات روشن
خوش حالی و منصفی ادھر ہے | شوکت ہے وہیں وہیں ظفر ہے
میرا پختہ خیال ہے یہ | سب باتوں کا مآل ہے یہ

اوم

شانتی شانتی شانتی

۷۲

اے پارتھ عزیز اے دھننجے — اب مجھ کو بتاؤ حال کیا ہے
جو کچھ میں نے تمہیں سکھایا — اس کا کچھ پھل بھی ہاتھ آیا
گوش دِل سے اسے سنا بھی — سمجھا تم نے اِسے بجا بھی
غفلت نہیں کیا مٹی ابھی تک — کیا باقی ہے گمرہی ابھی تک

۷۳

ارجن بولا جنابِ عالی — ہے آپ کی ذات ہی نرالی
ہے یہ فیضِ حضور پُرنور — دل سے مرے تیرگی ہوئی دور
شک ہے ناپید وہم برباد — اب ہوں عرفانِ ذات سے شاد
ہے امر روا جناب کا حکم — لاؤں گا بجا جناب کا حکم

۷۴

جب سب حالات کہہ چکا یوں — سنجے پھر لب کشا ہوا یوں
اک سمت ارجن سا پاک انسان — اک سمت تھے واسدیو بھگوان
دونوں کی عجیب گفتگو تھی — حیرت انگیز مو بمو تھی
حیراں تھے حواس و ہوش میرے — سُن کر اسے رونگٹے کھڑے تھے

۷۵

کوئی نہیں یوگیوں کا سرتاج — بھگوان کرشن سا کہیں آج
یہ راز لبِ گہر فشاں سے — میں نے جو سُنا ہے گوشِ جاں سے
ہے خاص کرم یہ ویاس جی کا — ایسے کامل مہا رشی کا
کی مجھ کو عطا جو تابِ دیدار — دیکھا انہیں میں نے محوِ گفتار

۶۸

باتیں میری یہ بھید والی — یہ سرِّ خفی یہ رمزِ عالی
میرے بھگتوں سے جو کہیگا — مصروف اسی شغل میں رہیگا
سب کچھ مجھ پر فدا کرے گا — بھگتی سے دل آشنا کرے گا
رتبہ اُس کو بڑا ملے گا — اِک روز وہ مجھ میں آ ملے گا

۶۹

انساں وہی طبقۂ بشر میں — چڑھ سکتا ہے مری نظر میں
کرتا ہے جو عمل یہ مرغوب — ہے اس کی روش یہ واقعی خوب
ہونے کو تو ہے زمانہ سارا — وہ سب سے سوا ہے مجھ کو پیارا
اِس قسم کے باکمال انساں — ہوتے ہیں خال خال انساں

۷۰

ہم دونوں کا مکالمہ یہ — گیسوئے سخن کا سلسلہ یہ
حد درجہ مفید گفتگو ہے — وابستہ فرض مو بمو ہے
جو روزانہ اسے پڑھیں گے — بامِ عرفاں پہ وہ چڑھیں گے
کرلیں گے مجھے کسی دن اپنا — ہے کچھ ایسا خیال میرا

۷۱

بے بہرۂ عیبِ عیب بینی — نا واقفِ نقص نکتہ چینی
تلقیں جو یہ دھیان سے سُنیگا — کلیاں اِس باغ کی چُنے گا
دور از راہ خراب رہ کر — آزاد غم عذاب رہ کر
اُس عالم میں وہ پائیگا بار — جس میں رہتے ہیں نیک کردار

٦٤

منظور ہے پاس دوستداری　　مقصود فلاح ہے تمہاری
تم سے ہے مجھے بڑی محبت　　کرتا ہوں تمہیں میں پھر نصیحت
کرتا ہوں وہ راز پھر ہویدا　　جس کا نہیں کوئی مثل پیدا
امر برحق ہے عظمت اس کی　　لازم ہے کرو سماعت اس کی

٦٥

کھنچکر میری طرف دل آجائے　　میرے ہی خیال میں سماجائے
تم میری طلب میں ایسے کھو جاؤ　　میری ہستی میں وصل ہو جاؤ
ہو میری ہی بندگی مقدم　　سر میرے ہی آستاں پہ ہو خم
آئیگا نہ میرے قول میں فرق　　ہو جاؤ گے مجھ میں دوست تم غرق

٦٦

ہر دھرم کو الوداع کہہ کر　　ہر کرم کو الوداع کہہ کر
رکھو نہ کسی سے کوئی مطلب　　آجاؤ مری پناہ میں اب
ہو دل نہ شکستہ رنج و غم سے　　میری رحمت مرے کرم سے
ہوجائیں گے پاپ دور سارے　　باقی نہ رہیں گے دکھ تمہارے

٦٧

جس کا نہیں مشغلہ ریاضت　　مجھ سے جس کو نہیں عقیدت
جو میری برائی لب پہ لائے　　جس کو نہ مرا کلام بھائے
ذکر اس کا ہو ناگوار جس کو　　معلوم ہو اک یہ بار جس کو
اس سے نہ کبھی یہ راز کہنا　　ہے خوب اس کا چھپا ہی رہنا

۶۰

ہاں اے نور نگاہ کُنتی کیوں ہیں باتیں یہ گمرہی کی
ہوکر پابندِ قید اوہام کرنا نہیں چاہتے جو تم کام
اپنی فطرت سے چار ناچار کرنا وہ پڑے گا آخر کار
قدرت رکھیگی بات اپنی ہوکر اس کی رضا رہیگی

۶۱

جو قادرِ کُل ہے کبریا ہے ہستی عظیم ہے خدا ہے
ایشور کہتی ہے جس کو دنیا ہر جسم میں ہوکے جلوہ فرما
کام اپنی رضا سے لے رہا ہے چکر دنیا کو دے رہا ہے
چرخِ قدرت پہ سب چڑھے ہیں اس کی مرضی سے گھومتے ہیں

۶۲

بھارت سب کا وہی ہے مامن ہے لطف نُما اسی کا دامن
دل سے اس کی پناہ میں آؤ چھوڑو سب کچھ اسی کے ہوجاؤ
فضل اس کا جو آشکار ہوگا اس سے حاصل قرار ہوگا
بستہ ہے جو کلی کھلے گی آسایش سرمدی ملے گی

۶۳

راز ایک یہ بحر بیکراں ہے گہرا حد درجہ بے گُماں ہے
ہر چند کہ تھا خفی نہایت میں نے تمہیں اسکی دی ہدایت
دل بھر کے پھر اس پہ غور کرلو دور اپنے شکوک اور کرلو
کرنا وہی پھر جو دل بتائے جانا تم اُدھر جدھر یہ جائے

۵۶

رکھ کر دایم نظر مجھی پر　　ہر بات کو چھوڑ کر مجھی پر
انساں لیکر مرا سہارا　　کرتا بھی رہے جو کام سارا
اُس سے ہوتا ہوں خوش نہایت　　اُس پر کرتا ہوں میں عنایت
ہوتی ہے جو میری مہربانی　　پاتا ہے مقام جاودانی

۵۷

افعال ہیں جس قدر تمہارے　　کردو میرے سپرد دل سے
رل جاؤ مری ہی ذات میں تم　　ہوجاؤ مری ہی یاد میں گم
راہِ عرفاں کی پیروی سے　　پابندیٔ کیش آگہی سے
حاصل کرلو وصال میرا　　رکھّو ہردم خیال میرا

۵۸

مجھ کو جو کروگے یاد ہر آن　　رکھوگے جو روز و شب مرا دھیان
رحمت مری ہوگی تم پہ نازل　　ہوجائے گی حل ہر ایک مشکل
لیکن جو ز راہِ کبر و نخوت　　مانوگے نہ تم مری نصیحت
کردیگی فنا یہ خود پرستی　　مٹ جائے گا نشانِ ہستی

۵۹

آخر ہے یہ دل میں کیا سمائی　　منظور نہیں تمہیں لڑائی
انکار مگر فضول ہے یہ　　نادانی ہے یہ بھول ہے یہ
لاتے ہو جو لب پہ حرفِ انکار　　ہو دامِ خودی میں تم گرفتار
رن میں آکر عبث ہو دل تنگ　　قدرت تم سے کرائے گی جنگ

۵۲

تنہا خلوت میں رہ کے خاموش — تھوڑی سی جو غذا کرے نوش
دل جسم زبان سب پہ حاوی — رہ کر ہر آن سب پہ حاوی
ہو محو تصوّرِ دوامی — حاصل کرے لطف سیرکامی
کوئی بھی نہ اپنے سَر بَلائے — ہر ایک طرف سے دل ہٹائے

۵۳

سمجھے اپنا نہ جو کسی کو — جڑ سے کر دے فنا خودی کو
طاقت پہ نہ اپنی ہو جو مغرور — جو غصّہ کی آگ سے رہے دور
حرص و شہوت پہ غالب آجائے — دیو نخوت پہ غالب آجائے
جو پا جائے سکون کامل — ہوتا ہے وصالِ حق کے قابل

۵۴

ذاتِ حق میں وصال پاکر — یہ دولتِ لازوال پاکر
رہتا ہے بشر ہمیشہ مسرور — ہوتا ہے نہ شادماں نہ رنجور
خواہش اس کو نہیں ستاتی — کاہش مضطر نہیں بناتی
قائل سب کی برابری کا — بن جاتا ہے وہ بھگت[1] میرا

۵۵

میری بھگتی سے مست و مسرور — حاصل کرتا ہے وہ مرا نور
میں کون ہوں کیا ہوں اور کیسا — کھلتا ہے سب اُس پہ بھید میرا
مجھ کو پہچان کر بخوبی — ہر طرح سے جان کر بخوبی
یوں میرا نشاں پا کے آخر — ملتا ہے مجھی میں آ کے آخر

[1] بھگت یعنی طالب صادق

۴۸

راحت وہ قلب و جانِ گُنتی — ہو تم گُلِ گُلستانِ گُنتی
کیسا ہی زبوں ہو کام اپنا — اِس کو سمجھو مُدام اپنا
قدرت کا ہے اک وہ قرض ہم پر — تکمیل اس کی ہے فرض ہم پر
ہیں فرض کے ساتھ نقص ایسے — ہو آگ گھری وہ دھوئیں سے جیسے

۴۹

لے کام جو بے تعلقی سے — رکھے نہ لگاؤ کچھ کسی سے
دل کو رکھے جو اپنے بس میں — غرقاب نہو یم ہوس میں
ثمرہ کی طرف سے کھینچ لے ہاتھ — ہو صرف عمل سکون کے ساتھ
رہتا ہے کمال ترک سے شاد — ہو جاتا ہے بشر وہ آزاد

۵۰

اے فرزند جوان گُنتی — لختِ دل و جانِ جانِ گُنتی
جو ذات محیط شش جہت ہے — جو غائت خاص معرفت ہے
انساں یہ کمال کر کے حاصل — کیسے ہوتا ہے اس میں واصل
کرتا ہوں بیان میں بالاجمال — مجھ سے اس کا تم اب سنو حال

۵۱

درماں بلائے وہم کر کے — آراستہ عقل و فہم کر کے
استقلال مزاج رکھ کر — قابو کر لے جو اپنے دل پر
ہیں نُطق آسا حواس جتنے — رکھّے نہ لگاؤ کچھ بھی اِن سے
نفرت سے نہ جس کا دل بھرا ہو — رغبت کی طرف نہ رُخ ذرا ہو

۴۴

کھیتی کرکے کمائے روزی　　پرداخت کرے مویشیوں کی
سوداگری کو بنائے پیشہ　　یہ فرض ہے ویش کا ہمیشہ
خدمت دے وہ دوسروں کی انجام　　اس پیشہ سے ہو صرف اسے کام
لازمی یہی فرض شودر پر ہے　　فطرت کا جو مطمح نظر ہے

۴۵

یوں محکوم صفات ہوکر　　جس کا بھی جو فرض ہے مقرر
تکمیل میں اس کی ہوکے عامل　　انسان بنتا ہے مردِ کامل
دیکر انجام فرض اپنے　　کامل ہوتا ہے کوئی کیسے
کرتا ہوں میں راز اب عیاں یہ　　غور اس پہ کرو سنو بیاں یہ

۴۶

انساں ہوکر جو برسرِ کار　　کرتا ہے قبول فرض کا بار
رہ رو بن کر رہِ عمل کا　　اس بارِ گراں سے ہوکے ہلکا
پاتا ہے ترقی و فضیلت　　ق　　اس کا یہ عمل ہے اک عبادت
اِس ذات محیط و جاوداں کی　　تخلیق ہے جس سے کُل جہاں کی

۴۷

ادنیٰ بھی ہو خواہ فرض اپنا　　ہو غیر کا دھرم خواہ اعلیٰ
اوّل فایق ہے دوسرے پر　　تکمیل اُس کی ہے اِس سے بہتر
طالب جس امر کی ہو فطرت　　جس فعل کی مُدعی ہو خصلت
اس کے کرنے میں کچھ نہیں عیب　　شامل وہ نہیں گنہ میں لاریب

۴۰

آثارِ زمیں کو خواہ دیکھو — فردوسِ بریں کو خواہ دیکھو
دُنیائے ملائکہ میں جاؤ — چاہے جس سمت آنکھ اُٹھاؤ
کوئی بھی کہیں وجود ایسا — ہرگز تم کو نہیں ملے گا
یہ تین صفات ہوں نہ جس میں — جن کی ہیں بتا چکا ہوں قسمیں

۴۱

ہو شودر کہ چھتری برن ہو — ہو ویش کوئی کہ برہمن ہو
ہیں ذی روحوں کی یہ جو اقسام — ہیں ان سب کے جُدا جُدا کام
یہ کام صفات پر ہیں مبنی — اجزائے حیات پر ہیں مبنی
ہے جیسے گنوں کا جس سے اظہار — ہیں ان کے مُطابق اس کے اطوار

۴۲

قابو میں دل و حواس رکھنا — چشم وحدت شناس رکھنا
پاکیزگی سادگی تحمّل — تسلیم وجود مالکِ کُل
سختی ہر قسم کی اُٹھانا — علم و حکمت میں دل لگانا
محوِ اشراقِ ذات ہونا — ہے قدرتی کام برہمن کا

۴۳

صابر زیرک دلیر ہونا — جانباز مثالِ شیر ہونا
نقد جاہ و جلال رکھنا — قبضہ میں ملک و مال رکھنا
ہنگامِ ستیز کام آنا — پیچھے نہ قدم کبھی ہٹانا
دینا خیرات راج کرنا — فرض واجب ہے چھتری کا

۳۶ و ۳۷

اے نسلِ بھرت کے رکن برتر
حاصل تم کو شرف ہے سب پر

کہتا ہے زمانہ جس کو آرام
ہیں تین اُس کی بھی خاص اقسام

ان کی کرتا ہوں اب وضاحت
ہو غور سے مائل سماعت

ہو شغل سے محو جس میں انساں
کافور ہو جس سے رنج دوراں

آغاز میں جس کے دردِ غم ہو
محسوس جو تلخ مثلِ سم ہو

انجام میں جو طرب نما ہو
معلوم آبِ حیات سا ہو

جو وجہ سکون بے خلل ہو
محویتِ باطنی کا پھل ہو

اعلیٰ درجہ کا ہے وہ آرام
اس میں کرتا ہے ستوگن کام

۳۸

محسوسات و حواس مل کر
راحت جو بخشتے ہیں اکثر

آغاز میں جس کے دلکشی ہو
لذت آبِ حیات سی ہو

جس راحت کا ہو تلخ انجام
آخر میں جو زہر کا کرے کام

کوسوں جس سے ثبات ہو دور
راحت وہ رجوگنی ہے مشہور

۳۹

ناپاک ہو ابتدا بھی جس کی
معیوب ہو انتہا بھی جس کی

جس سے نقصان ہو آگہی کا
جو خاص سبب ہو گمرہی کا

جو ہو خوابیدگی سے پیدا
یا ہو انجام کاہلی کا

یا ہو جو مآل عیش و عشرت
ہوتی ہے تموگنی وہ راحت

۳۲

ظلمت سے گھری ہوئی ہے جو عقل
غفلت سے بھری ہوئی ہے جو عقل
جس کے نزدیک دھرم ہے ادھرم
جس کے نزدیک سرد ہے گرم
دن کو جو رات جانتا ہو
اُلٹی ہر بات مانتا ہو
سمجھے جو غلط ہر ایک مفہوم
فعل اس کا تموگنی ہے موسوم

۳۳

ہوکر مصروف شغل جس سے
یعنی انسان جوگ کر کے
دنیائے حواس پر ہو قادر
ضبط انفاس پر ہو قادر
کچھ اس پہ نہ بھول کر اثر لے
دل کو قابو میں اپنے کر لے
اس قسم کی مستقل مزاجی
ہے خاص دلیل ستوگن کی

۳۴

کوشاں بہ ہم ہزار دل سے
جس قسم کے عہدِ مستقل سے
خواہاں ثمرے کے بہرِ تسکیں
کرتے ہیں ادا فرائض دیں
رہتے ہیں مدام نفس پرور
کرتے ہیں وہ جمع دولت و زر
حرکت اس کا سبب ہے ارجن
دیتا ہے وجود اسے رجوگن

۳۵

اے پارتھ جو عہد جو ارادہ
ہوتا نہیں مستقل زیادہ
جس سے انسان خوار ہوکر
بدعقلی کا شکار ہوکر
کرتا نہیں ترک صرفِ ظلمت
ڈر، رنج، غرور، یاس، غفلت
وہ عہد ہے تامسی صفت میں
مشہور یہی ہے شش جہت میں

۲۸

تہذیب سے جو گرا ہوا ہو
ہٹ دھرمی میں جو مُبتلا ہو
ضدّی مغرور کینہ ور خوار
مردود ضرر رساں دل آزار
ہر کام میں دیر جو لگائے
روٹی صورت سے پیش آئے
جس میں حد درجہ ہو تلوّن
ہے اس کے مزاج میں تمَوگن

۲۹

عقل اور مزاج مُستقل بھی
قسمیں رکھتے ہیں تین اپنی
مبنی ہیں صفات پر یہ اقسام
کرتی ہیں اسی لحاظ سے کام
اب بھید ان کا بتاؤں گا کُل
تفصیل کے ساتھ بے تامل
ان میں ہر ایک چیز کیا ہے
اب غور سے یہ سنو و سمجھے

۳۰

جس عقل سے ہو سکے یہ تمیز
ناکردنی کردنی ہے کیا چیز
کیا چیز حیات دنیوی ہے
کیا کنہ اصول ترک کی ہے
بیخوفی و بزدلی ہے کیا شئے
کیا فرق نجات و قید میں ہے
رکھنے والا ہے اس کا ذی ہوش
وہ عقل ہے ستوگن سے ہمدوش

۳۱

جس سے نہ یہ واقعی ہو پہچان
کس شے سے ہے نفع کس سے نقصان
جس سے نہ عیاں ہو بے کم و کاست
کیا امر ہے راست کیا ہے ناراست
بدعت کیا ہے عذاب کیا ہے
راہ خیر و ثواب کیا ہے
حرکت کی وہ عقل ہے نشانی
سب ہے وہ رجوگنی ہے مانی

۲۴

خواہانِ ثمر ہو جن کا مخرج — ارمانِ ثمر سے ہو جو منتج
نخوت کی ہوا بھری ہو جن میں — پندار ہو خود سری ہو جن میں
محسوس ہو جس میں سرگرانی — کرنی پڑتی ہو جاں فشانی
حرکت کا ہیں وہ نتیجہ عام — کہتے ہیں انہیں رجوگنی کام

۲۵

غفلت بنیاد ظلمت آثار — صادر ہوں جو گمرہی سے کردار
امکاں پہ نہیں نگاہ جن میں — نقصاں پہ نہیں نگاہ جن میں
اس بات کی ہو ذرا نہ پروا — کیا نکلیگا نتیجہ اِن کا
یہ امر ہے لایقِ تیقن — اس فعل کی وجہ ہے تموگن

۲۶

جس کا نہ بھرا ہو سر خودی سے — رہتا ہو جو بے خبر خودی سے
جو پیکرِ بے تعلقی ہو — آزاد ہو مست آدمی ہو
جو ہمت و جوش سے کرے کام — احسن ہو یا زبوں ہو انجام
ہر حالت میں رکھے توازن — ایسے فاعل میں ہے ستوگن

۲۷

جس کو ہو تلاش ثمرۂ کار — دیتا ہو جو دوسروں کو آزار
جو طعمۂ اژدرِ غرض ہو — دایم جسے حرص کا مرض ہو
شاداں راحت سے غم سے مایوس — جو رحم سے ہو ذرا نہ مانوس
ناپاک ہو جس کا دامنِ دل — ہوتا ہے رجوگنی وہ فاعل

۲۰

ساکن جو دیار جسم کے ہیں　　بجا لدار ہزار قسم کے ہیں
جوہر ہے ایک تہ میں سب کی　　تفریق اس میں نہیں ذرا بھی
جس علم سے بات ہو یہ معلوم　　ہو ذہن نشین یہ سرِ مکتوم
وہ علم سکون کا سبب ہے　　اِس گیان کا ساتوک لقب ہے

۲۱

لیتا ہے جو پناہ کثرت　　رکھتا ہے جو نگاہ کثرت
یعنی جس سے یہی یقیں ہو　　کچھ اس کے سوا نہ دل نشیں ہو
اک روح الگ ہے زیب پیکر　　ہر ہستی کا جُدا ہے جوہر
وہ علم ہے علم درمیانی　　ہوتا ہے رجوگن اس کا بانی

۲۲

جس علم سے بے دلیل و برہاں　　محدود خیال ہو کے انساں
بے وجہ فضول بے تامل　　کہتا ہے کہ بس ہے جزو ہی کل
رہتا ہے وہ مست دھن میں اپنی　　سُنتا نہیں بات دوسروں کی
گمرہ کرنا ہے کام اس کا　　ہے تامسی گیان نام اس کا

۲۳

ثمرہ کا خیال ہو نہ جس کو　　پروائے مآل ہو نہ جس کو
جسمیں نہ ہو گفتگو خودی کی　　آئے نہ ذرا بھی بو خودی کی
رغبت جس میں نہ ہو دراندازِ　　نفرت جس میں نہ ہو درانداز
جن کا ہے لازمی سرانجام　　ان کو کہتے ہیں ساتوک کام

۱۶

یہ امر اک امر واقعی ہے — صورت حالات کی یہی ہے
کوتہ بینی سے کام لیکر — نکتہ چینی سے کام لیکر
پھر بھی جو کرے خیال ایسا — باعث وہی فعل کا ہے تنہا
ہے وہ عقل و خرد سے محروم — اس کو کچھ بھی نہیں ہے معلوم

۱۷

ایسی نہیں جس میں بدگمانی — ہے وہ خود ہی عمل کا بانی
جس کا دل تیرگی سے پاک — روشن جس کی ہے شمع ادراک
دنیا کو بھی وہ اگر بھلا دے — ہر شخص کو خاک میں ملا دے
صادر اس سے ہے فعل ہر چند — پھر بھی ہوتا نہیں وہ پابند

۱۸

عالم معلوم علم ہمساز — جب ہو جاتے ہیں محو اعجاز
اٹھتا ہے عمل کا ان سے آہنگ — پیدا ہوتے ہیں کام کے ڈھنگ
فاعل مفعول اور آلہ — ہوتے ہیں بہم جو کار فرما
کرتے ہیں عیاں عمل کی صورت — اس کے لئے ان کی ہے ضرورت

۱۹

جس شے کا جہاں میں علم ہے نام — کہتے جس کو ہیں فعل یا کام
جس چیز کا ہے خطاب فاعل — اِن سب میں بہم ہے فرق حائل
ارشاد ہے سانکھیہ کا یہ اسمیں — اِن میں سب کی ہیں تین قسمیں
ہیئت سب کی جدا جدا ہے — فرق ان میں جو ہے صفات کا ہے

۱۲

ثمرہ کی ہوس نہ چھوٹے جن سے
یہ حصن حصین نہ ٹوٹے جن سے
مرنے کے بعد انہیں بہر حال
ثمرہ دیتے ہیں ان کے افعال
اچھا ہو وہ کام یا بُرا ہو
یا پھر دونوں ہی قسم کا ہو
لیکن جو ہیں اس سے دست بُرا
ملتا نہیں ان کو ثمرۂ کار

۱۳

آرجن ہر شخص پر تمہارا
زور بازو ہے آشکارا
تم سا مرد جری ہے نایاب
اب مجھ سے سنو وہ پانچ اسباب
جو تہ میں ہر ایک فعل کی ہیں
جو سانکھیہ کی رو سے لازمی ہیں
ایسا نہیں دہر میں کوئی کام
جو ان کے بغیر ہو سرانجام

۱۴

اس جسم کا ہے شمار پہلے
ہے یہ بنیاد کار پہلے
مالک کی رضا ہے سب کے اوپر
جس کو کہتے ہیں سب مقدّر
ہر کام کا پھر ہے کرنے والا
ہے ایک نہ ایک اس کا آلا
پھر طاقتیں قسم قسم کی ہیں
باعث وہی اس طلسم کی ہیں

۱۵

صادر ہوتے ہیں فعل جتنے
دل سے قالب سے یا زباں سے
عام اس سے کہ نیک ہیں وہ یا بد
ہوتے انسان سے ہیں سرزد
ان کی جو کرو بغور تحلیل
دیکھو ترکیب اور تشکیل
نکتہ آجائے یہ نگہ میں
ہیں پانچ وجوہ ان کی تہ میں

۸

ایذا دہِ تن قرار دیکر | اِک وجہ محن قرار دیکر
کرتا ہے بشر جو ترک افعال | ہے جانتا ان کو جی کا جنجال
راجس کی صفت سے ہے وہ مغلوب | اس کی یہ کشیدگی نہیں خوب
ہوتا نہیں ترک بار ور یہ | لاتا نہیں کوئی پھل شجر یہ

۹

ہے بہر بشر عمل ضروری | اچھی اس سے نہیں ہے دُوری
اس نکتہ پر یقین لاکر | تلقین یہ حرز جاں بناکر
بے لوثی سے جو ہو کوئی کام | شامل نہ ہو اس میں فکر انجام
اعلیٰ صورت یہ ترک کی ہے | جو تیاگ ہے ساتوک یہی ہے

۱۰

جس کو نہ ہو فعلِ بد سے نفرت | نیک اعمالی سے ہو نہ رغبت
مائل اِن پر نہ دل ذرا ہو | دونوں سے نہ کچھ بھی واسطہ ہو
اُس کو ہے ستوگن میسّر | یکساں اس کی نظر ہے سب پر
اوہام سے اِس کا پاک ہے دل | انساں ہے وہ حق شناس کامل

۱۱

جب تک انساں ہے قید تن میں | ہے مُرغ صفت یہ اس چمن میں
باہر امکاں سے ہے یہ اس کے | افعال تمام ترک کر دے
زیبا یہ ہمیں اِسی لئے ہے | پھل کام کے ترک جو کئے ہے
سمجھیں اُسے شیر بیشۂ ترک | ہاتھوں میں ہے اس کے تیشۂ ترک

۴

ڈوبے ہوئے رنگ معرفت میں
جانباز ہو تم دلیر ہو تم
ہے میری نظر میں تیاگ شے کیا
کرتا ہوں اب تمہیں وہ تلقین

تم پھول ہو شجرۂ بھرت میں
اپنے بیٹے کے شیر ہو تم
میں نے اسے جس طرح ہے سمجھا
قسمیں ہیں دراصل تیاگ کی تین

۵

کار افضل ہیں دان تپ یگیہ
تکمیل ان کی ہے فرض اعلیٰ
جینے کا ہے لطف کام کے ساتھ
محوِ تکمیل فرض شاغل

ممتاز عمل ہیں دان تپ یگیہ
اس سے رہتا ہے بول بالا
لازم نہیں ان سے کھینچنا ہاتھ
کرتے ہیں ضیائے پاک حاصل

۶

اے پارتھ مگر ہے یہ مناسب
ثمرہ کی اسے نہ ہو تمنا
اعلیٰ ہے یہ اصول سب سے
لازم ہے یہ فرض ہر کسی پر

ہو جانب فعل دل نہ راغب
کچھ اس سے لگاؤ ہو نہ اس کا
مطلب نہ ذرا رہے طلب سے
میں تو کرتا ہوں صاد اسی پر

۷

جو کام ہیں لازمی نہایت
جو کام ہوں ناگزیر یکسر
ان کا یک لخت چھوڑ دینا
دھوکا ہے ریا ہے گمرہی ہے

جن کی ہے شاستر میں ہدایت
فطرت کی طرف سے ہوں مقرر
پھر نام ان کا کبھی نہ لینا
جو تیاگ ایسا ہے تامسی ہے

اوم

اٹھارھواں ادھیائے

موکش سنیاس یعنی ترکِ نجات کی تعلیم

۱

سُن کر تلقین یہ بصد ہوش — گوہر یہ بنا کے زینتِ گوش
بولا یوں ارجن حق اندیش — اے کیشی نشودن اے رشی کیش
سنیاس کی کیا ہے خاص صورت — کیا تیاگ میں ہے نہاں حقیقت
اب مجھ کو جُدا جُدا یہ سمجھائیں — ممنون کرم حضور فرمائیں

۲

ہیں یوں بھگوان محو ارشاد — جس فعل کی ہو ہوس پہ بُنیاد
سنیاس ہے اس کو چھوڑ دینا — ہے تجربہ عالموں کا ایسا
ثمرہ کی طلب سے بے نیازی — کرنا نہ کبھی ہوس نوازی
ہے تیاگ کی ترک کی علامت — کہتے ہیں یہ صاحبِ فراست

۳

یعنی دیتے ہیں زور اس پر — افعال سے ہے ضرر سراسر
بالذّات یہ سلسلہ ہے معیوب — ہے اِس لئے ان کا ترک ہی خوب
بعضوں کا ہے مگر یہ ایمان — افعال ہیں خوب یگیہ تپ دان
ان کا ہے یہ صاف صاف کہنا — اچھا نہیں اِن سے دور رہنا

۲۸

جس کی نہ ہو صدق دل سے تحریک
پھٹکے نہ یقین جس کے نزدیک

لائے جس پر بشر نہ ایمان
ایسا ہر ایک بکتیۃ تیا دان

جو ہر سے ہے بقا کے محروم
ہے نام سے وہ "است" کے موسوم

دنیا کے بھی کام کا نہیں ہے
عقبیٰ کے بھی کام کا نہیں ہے

۲۴

جو برہم کے بھید سے ہیں واقف
ان کی تلقین کے مطابق
ایسے وحدت شناس انسان
شبد اوم کا اپنے لب پہ لا کر
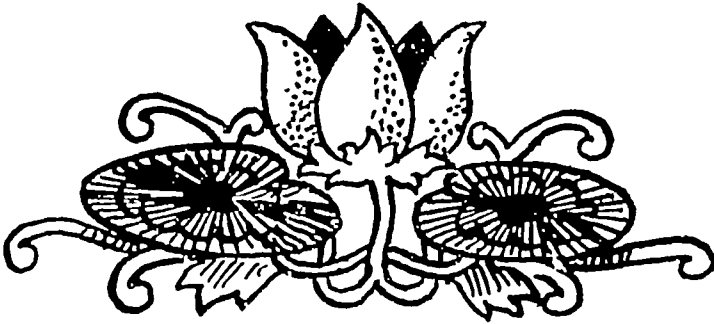
جو حکم سے وید کے ہیں واقف
ان کے آئین کے مطابق
کرتے ہیں مدام یگیہ تپ دان
حظ اس کے وظیفہ سے اٹھا کر

۲۵

جن کو مطلب نجات سے ہے
تپ کے کرتے ہیں خواہ سامان
کرتے ہیں وہ خواہ یگیہ کوئی
ہونے کے لئے رہا جہاں سے

الجھن موت و حیات سے ہے
دیتے ہیں کسی کو خواہ وہ دان
دل میں رکھ کر ہوس جزا کی
کہہ لیتے ہیں پہلے "تت" زباں سے

۲۶

اے پارتھ عجیب لفظ ہے ست
یہ لفظ ہے مظہر حقیقت
ہے دل کی صفائی اس کا مفہوم
ست ہے وہ بھی جو ہے عمل نیک

ہے سب سے زیادہ اس کی عظمت
یہ لفظ ہے مصدر حقیقت
یعنی ہے بھلائی اس کا مفہوم
یہ بھی اس کا ہے مدعا ایک

۲۷

ہے پاک جو یگیہ کی طریقت
اس سچائی کا مان لینا
رکھنا تپ میں یقین کامل
ہے خوب عمل میں ان کو لانا

رکھنا اس میں دلی عقیدت
کار احسن ہے دان دینا
یہ سب باتیں ہیں تپ میں شامل
ست کہتے ہیں اسے بھی دانا

۲۰

کس وقت پہ دان کیا کیا جائے — دینا ہو جو کچھ کہاں دیا جائے
حاجت کسے اصل میں ہے اس کی — پانے والا ہے مستحق بھی
رکھ کر پیشِ نظر ہر اک بات — دی جائے جو بہرِ فرض خیرات
جس میں نہ ہو کچھ صلے کا ارمان — کہتے ہیں اُسے ستوگنی دان

۲۱

خیرات نہ جو خوشی سے دی جائے — بخشش بے لوث جو نہ کی جائے
جس میں ہو نہاں جزا کی اُمید — ہو جس کے لئے نہ دل کی تائید
دل پر جو ذکات ہو گرانبار — دینا ہی پڑے جو چار ناچار
جس کے لئے آدمی ہو مجبور — وہ دان رجوگنی ہے مشہور

۲۲

جو دان ہو دل دکھانے والا — نا اہل ہو جس کا پانے والا
ہو تنگ دلی سے جس کی تحریک — جس میں مدِّ نظر ہو تضحیک
جس میں کوئی پیچ کوئی بل ہو — جو بے موقع ہو بے محل ہو
وہ دان دلیل جہل کی ہے — نوعیّت میں تموگنی ہے

۲۳

ہے پاک کلام اوم تت ست — ہے برہم کا نام اوم تت ست
ہے جلوہ ذاتِ پاک ہر سُو — اس کے ہیں یہ تین خاص پہلو
یہ ذکر زمانۂ کہن ہے — ان سے تخلیق برہمن ہے
ایجاد ہے یگیہ کی انہیں سے — ظاہر ہوئے وید بھی انہیں سے

١٦

بزمِ دنیا میں خامشی سے — رہنا بسنا ہنسی خوشی سے
قابو میں حواس اپنے رکھنا — سرمایہ یہ پاس اپنے رکھنا
باطن کو پھر آئینہ بنانا — اس گھر کو ضیا سے جگمگانا
زہد اعلیٰ ہے درحقیقت — نام اس کا ہے ولی ریاضت

١٧

تینوں قسموں کی یہ ریاضت — یہ زہد یہ شغل یہ عبادت
بے لوثی سے ادا اگر ہو — ہرگز نہ غرض پہ منحصر ہو
وابستہ نہ ہو مراد کے ساتھ — تکمیل ہو اعتقاد کے ساتھ
خاصیت میں ستوگنی ہے — داناؤں کا تجربہ یہی ہے

١٨

شہرت جس سے ہو اپنی منظور — عزت جس سے ہو اپنی منظور
جس میں ہو خیال خود نمائی — ہو اوروں پر عیاں بڑائی
پھل میں نہ ہو جس کے پائداری — جس میں ہو بشر کو بیقراری
جو محض نمائشی ہو تقوے — ہے راجسی تپ خطاب اس کا

١٩

جس میں شامل جہالتیں ہوں — جس کی تہ میں حماقتیں ہوں
غالب ضد جس میں بیشتر ہو — جس میں خود رائی پر نظر ہو
خود بھی ہو بشر نڈھال جس سے — اوروں کو بھی ہو ملال جس سے
ہے خاص تموگنی ریاضت — ہے زہد یہ قابلِ مذمت

۱۲

جس یگیہ میں خواہش ثمر ہو
جو یگیہ اسی پہ منحصر ہو
جو نام و نمود کے لئے ہو
ذاتی بہبود کے لئے ہو
حرکت کی صفت سے مصدر اس کا
ہے اک یہ سبب مقرر اس کا
اے نسل بھرت میں برگزیدہ
ہے اس میں رجوگنی عقیدہ

۱۳

جس میں نہ ہو ضابطہ کی تکریم
جس کی نہ ہو قاعدے سے تنظیم
ہو دان اناج کا نہ جس میں
ہو منتر کا باب وانہ جس میں
جس میں نہ ہو اعتقاد موجود
ہو نذر و نیاز جس میں نابود
اس قسم کا یگیہ تامسی ہے
اس کی بنیاد تیرگی ہے

۱۴

دوِج دھرمی[۵۱] ہوں کہ دیوتا ہوں
وہ خواہ بزرگ و رہنما ہوں
ہوں خواہ وہ عارفان دانا
تعظیم بجا ہر اک کی لانا
ہونا دل و جان سے برہمچاری
کامل حق گوئی حق شناسی
دینا نہ کسی کو بھی اذیت
جسمانی ہے یہ سب ریاضت

۱۵

ہونا نہ سخن کا فتنہ انگیز
کہنا ہر بات راستی خیز
دلکش زیبا حلاوت آگیں
لانا لب پر کلام شیریں
تحصیل علوم و پاک اعلیٰ
تکمیل علوم و پاک اعلیٰ
یہ سب ہیں مفید زندگانی
یہ سب ہیں ریاضت زبانی

[۵۱] دوج دھرمی یعنی برہمن، چھتری، ویش

٨

جس سے صحت میں ہو اضافہ
جس سے طاقت میں ہو اضافہ
جو ہو بے حد مسرّت افزا
جو ہو بے حد محبّت افزا
خوش ذائقہ دیرپا مُرغن
ہو جس سے وسیع دل کا دامن
جو عمر بڑھائے آدمی کی
ہوتی ہے غذا ستوگنی کی

٩

کڑوا جس شے کا ذائقہ ہو
کھٹّی نمکین جو غذا ہو
وہ تیز ہو گرم ہو کہ رُوکھی
باعث ہو جلن کا خواہ سُوکھی
جس سے پیدا غم و تعب ہو
جو کاہش و فکر کا سبب ہو
کر دے جو علیل آدمی کو
بھاتی ہے وہ رجوگنی کو

١٠

باسی جھوٹی کثیف خوراک
بد ذائقہ ناگوار ناپاک
پیدا کرتی ہو جو تعفّن
جس کے اجزا میں ہو تموگن
جاہل انسان کی غذا ہے
وہ حد درجہ بُری غذا ہے
جو فطرت سے تموگنی ہے
اس جنس کا مُشتری وہی ہے

١١

تکمیل ہو جس کی قاعدے سے
جس میں نہ غرض ہو کچھ صلے سے
اک فرض سمجھ کے جو کیا جائے
جس کے پھل پر نہ دل دیا جائے
جس میں نہ ہو آرزوئے انعام
اس قسم کے یگیہ کا سرانجام
تحریک ہے ایک ستوگن کی
تدبیر ہے نیک ستوگن کی

۴

جن میں ہے جزو ستوگن کا — مشہور ہے اعتقاد اُن کا
دیتے ہیں وہ دیوتاؤں پر دل — رکھتے ہیں انہیں سے اُنس کامل
لاتا ہے رجوگنی ہر انساں — یکشوں اور راکھشوں پہ ایماں
تمسے ہے جمود جن پہ طاری — ہیں بھوت پریت کے پجاری

۵

انسان جو عقل و فہم سے دور — اپنے طرزِ عمل پہ مغرور
ہو کر نفس دنی کے بس میں — لذّات حواس کی ہوس میں
کرتے ہیں کچھ اس قدر ریاضت — جن کی نہیں شاستر میں اجازت
ظاہر کرتے ہیں گرم جوشی — ہوتے ہیں وہ محو سخت کوشی

۶

ایذا دیتے ہیں اپنے تن کو — بنتے ہیں خزاں یہ اس چمن کو
یکجا ہیں سب حواس جس میں — پیدا ہیں سب حواس جس میں
دل میں ان کے جو ہوں ہیں پنہاں — پہونچاتے ہیں مجھے بھی نقصاں
ایسے دلدادۂ ریاضت — رکھتے ہیں تموگنی عقیدت

۷

جس کا جیسا بھی خاصّہ ہے — ویسی ہی پسند اسے غذا ہے
خوراک ہو یا عبادت اس میں — خیرات ہو یا ریاضت اس میں
کرتا ہوں میں جہاں بیں سب کی — قسمیں ہوتی ہیں تین سب کی
ہیں شرح میں ان کی وا مرے لب — کیا فرق ان میں ہے وہ سنو اب

ـــــــ

لہ تم یعنی تموگن ۔ جمود و جہالت

سترھواں اُدھیائے

تین قسم کے اعتقادوں یعنی شردھاترے وبھاگ کی تعلیم

۱

ارجن نے کہا یہ راز سُن کر
جو شاستروں سے ہیں گریزاں
ہے یہ ان کا عقیدہ کیسا
کیا وہ اے کرشن ساتو کی ہیں

ایسے بھی تو آدمی ہیں اکثر
پھر بھی رکھتے ہیں جوش ایماں
کیوں رکھتے ہیں شعار ایسا
راجس والے ہیں تامسی ہیں

۲

بھگوان نے از رہِ عنایت
جتنے بھی عقائد بشر ہیں
ان میں کچھ تو ستوگنی ہیں
حل کرتا ہوں سوال ان کا

کی اب ارجن کو یوں ہدایت
طبعی حالت پہ منحصر ہیں
کچھ راجسی ہیں تموگنی ہیں
کہتا ہوں میں تم سے حال ان کا

۳

بھارت ہے یہ مقتضائے فطرت
رکھیگا وہ عقیدہ ایسا
مُبتلا بشر اعتقاد کا ہے
جس کے جیسے ہیں اعتقادات

ہر شخص کی ہے جُدا طبیعت
ہوگا رجحان طبع جیسا
در اصل اِسی سے وہ بنا ہے
ویسی ہوتی ہے اس کی ہر بات

۲۴

کیا امر ہے ناروا، روا کیا
بے جا کیا کام ہے بجا کیا

ہے شاستروں میں سب یہ مذکور
درج ان میں ہے ہر ایک دستور

دانشمندی سے کام لیکر
ان دستوروں پہ دھیان دیکر

لاؤ ان کو بجا ہمیشہ
یوں فرض کرو ادا ہمیشہ

۲۰
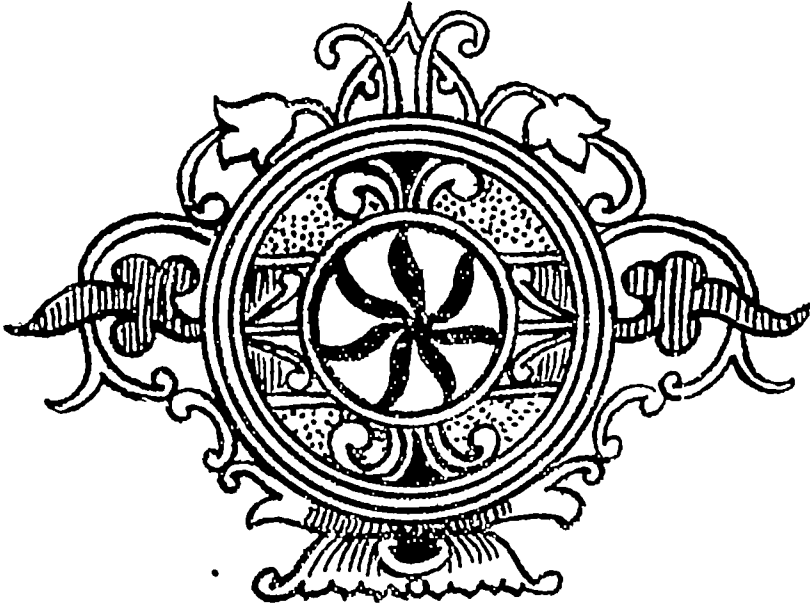
اے کونتے، یہ جاہل انساں
احمق، بے عقل خوار ناداں
ہر جنم میں یونہی سلسلہ وار
پیدا ہوتے ہیں زشت کردار
مجھ سے بعید نفور رہ کر
سایہ سے بھی میرے دور رہ کر
ہوتے ہیں ذلیل اور بھی یہ
اُٹھتے نہیں گر کے پھر کبھی یہ

۲۱

لذّات حواس کی پرستش
ہر قسم کی راحتوں کی خواہش
غصّہ کی بلا سے زیر ہونا
دنیا سے کبھی نہ سیر ہونا
تینوں باتیں ہیں باب دوزخ
ہیں یہ وجہ عذاب دوزخ
اِن سے ہوتی ہے روح محجوب
ان کا تو ہے ترک ہی بہت خوب

۲۲

اِن سے جو رہائی پا چکا ہے
غالب تینوں پہ آ چکا ہے
جو اِن عیبوں سے مجتنب ہے
اپنا خود دوست ہے مُحب ہے
ہے بامِ عمل بلند اس کا
ہے ڈھنگ، یہ سود مند اس کا
ہوتا ہے وہ رُستگار اک روز
مجھ تک پاتا ہے بار اک روز

۲۳

جو شاستر کی راہ چھوڑتا ہے
جو قاعدے اِن کے توڑتا ہے
رہتا ہے جو خلاف اِن سے
کرتا ہے جو انحراف اِن سے
لیتا ہے وہ کام حسب مرضی
ہوتی نہیں شاد روح اس کی
تکمیلِ حیات سے ہے محروم
وہ لطف نجات سے ہے محروم

۱۶

لاکھوں اوہام میں گرفتار
آگیان کے دام میں گرفتار
یوں گلچھڑے اُڑا لینے والے
یوں عمر اپنی گنوا لینے والے
عیاشی سے غرض ہے جن کو
اوباشی کا مرض ہے جن کو
ناپاک زمانہ کی نظر میں
جلجاتے ہیں آتشِ سقر میں

۱۷

کم ہیں دولت پرست مغرور
صہبائے خودی کے نشے میں چور
دیوانہ شوق خود ستائی
اپنی کرتے ہیں خود بڑائی
دولت پہ فضول اینٹھتے ہیں
عزت پہ فضول اینٹھتے ہیں
دھوکہ دینے کو فی الحقیقت
بے قاعدہ کرتے ہیں عبادت

۱۸

مغرور ہر اک عمل پر اپنے
کرتے ہیں گھمنڈ بل پر اپنے
نفسِ امّارہ کے ہیں محکوم
ضبط غیظ و غضب سے محروم
کرتے ہیں یہ خود زیان اپنا
دیتے ہیں یہ دوسروں کو ایذا
حیراں کرتے ہیں یوں مجھے بھی
سب میں ساکن ہے ذات جسکی

۱۹

ایسے جتنے ہیں ننگ آفاق
ادنیٰ کردار پست اخلاق
بے رحم دنی گناہ پیشہ
کرتے ہیں جو بدی ہمیشہ
کہتے ہیں سب رذیل ان کو
کرتا ہوں میں ذلیل ان کو
قالب دیتا ہوں ان کو ایسا
ہوتے ہیں وہ عاصیوں میں پیدا

۱۲

اُمیدوں کے قفس میں پھنس کر — دامِ حرص و ہوس میں پھنس کر
یہ جذبۂ غیظ کے پرستار — یہ لذّتِ نفس کے خریدار
جذبات ذلیل کے یہ حامی — اکثر بخیالِ سیر کامی
بے انصافی سے کام لیکر — یک جا کرتے ہیں دولت و زر

۱۳

سوچا کرتے ہیں دل میں ہر دم — تقدیر کے ہیں بڑے دھنی ہم
جو کچھ درکار تھا وہ پایا — یہ مال تو اپنے ہاتھ آیا
ہوگا دل مست و شاداب اور — پوری ہوگی مُراد اب اور
دولت ہے یہ آج جتنی اپنی — آئندہ بھی رہیگی اپنی

۱۴

ہم نے ہی یہ سر کیا ہے میداں — ہم نے لی اس غنیم کی جاں
اب اِس دشمن کی جان لیں گے — اب اس کو پیامِ مرگ دیں گے
اپنے کشور کے ہم ہیں دارا — قبضہ ہر شے پہ ہے ہمارا
ہم ہیں زور آور اور کامل — ہیں عیش تمام ہم کو حاصل

۱۵

دولت سے مکاں بھرا پڑا ہے — کُنبہ اعزاز میں بڑا ہے
ہے کس کو برابری کا یارا — ہمسر کوئی نہیں ہمارا
ہم یگیہ کریں گے دان دیں گے — عیش و عشرت پہ جان دیں گے
دُنیا میں اُڑائیں گے مزے خوب — یوں جہل کی تیرگی سے مغلوب

۸

جن کے شیطاں صفت ہیں کردار — وہ یوں رہتے ہیں محوِ گفتار
دُنیا کا ہے وجود بالذّات — ہے اس میں بس اتحادِ ذرّات
امرِ باطل ہے اس کی ہستی — اس کا مالک نہیں کوئی بھی
مقصد ہے بس ایک خاص اس کا — لذّات سے اس کی سیر ہونا

۹

جن کا ہے یہ خیالِ باطل — جو ہیں ایسی روش کے قائل
جو گھر اپنا لُٹا چکے ہیں — جوہر اپنا مٹا چکے ہیں
بے عقل زبوں خرد دل آزار — بے رحم دنی لئیم بدکار
کرتے ہیں جہاں میں حشر برپا — ہوتے ہیں اسی لئے یہ پیدا

۱۰

پُتلے یہ فریب کے دغا کے — ہوتے ہیں خود نما بلا کے
خواہش کے غلام یہ دوامی — لیکن محروم سیر کامی
بن کر باطل پرست انساں — حد درجہ سیاہ مست انساں
ہوتے ہیں رہینِ بدشعاری — کرتے ہیں پسند ہرزہ کاری

۱۱

لاکر دل میں خیال لاکھوں — پیدا کرکے وبال لاکھوں
مرتے دم تک یونہیں پریشاں — ہر قسم کی اُلجھنوں میں حیراں
رہتے ہیں وہ اسیر کام لذّات — مطلب حظِ نفس سے ہے دن رات
رہتی ہے یہ بات ان کے جی میں — راحت جو ہے کچھ تو بس اسی میں

۴

جھوٹا اظہار پارسائی
بیکار غرور و خود ستائی
غصہ میں حواس و ہوش کھونا
لہجہ کا درشت و سخت ہونا
سایہ میں جہالتوں کے پلنا
ظلمت کے راستے میں چلنا
شیطاں کی مانتے ہیں جو بات
ان میں بھی ملتی ہیں یہ علامات

۵

دیوی سمپت طریق ہے خوب
یزدانی ہے روش یہ مرغوب
اس کی جو بہم صفات ہوجائیں
سب راہروِ نجات ہوجائیں
لیکن سمپت جو آسُری ہے
شیطان کی راہ ہے بُری ہے
ہولے ارجن نہ محو زاری
یزدانی ہے روش تمہاری

۶

جتنے بھی ہیں بادہ خوار ہستی
دو قسم کی ہے سرشت ان کی
ہے وجہ فرشتہ خصلتی ایک
پیدا کرتی ہے عادتیں نیک
شیطاں کی سرشت دوسری ہے
ناکارہ و زشت دوسری ہے
پہلے کی تو کر چکا ہوں توضیح
اب دوسری کی سنو یہ تشریح

۷

ہوتے ہیں جو بدشعار انساں
ان کو سمجھو مُرید شیطاں
کیا چیز نہی ہے امر کیا چیز
ان کو کچھ بھی نہیں ہے تمیز
باطن میں نہ ان کے ہے صفائی
ظاہر میں نہ ان کے پارسائی
رکھتے ہیں بُرائیاں چلن میں
ہوتی نہیں راستی سخن میں

اوم

سولہواں ادھیائے

ملکوتی و شیطانی صفات کا ذکر یعنی دیو سمپت یوگ کی تعلیم

١

بھگوان کی ہے نصیحت پاک ہونا روشن ضمیر و بے باک
عرفاں سے کبھی نہ دل ہٹانا قابو میں حواس کے نہ آنا
کرنا یگیہ از رہِ پرستش رکھنا ہاتھوں کو صرفِ بخشش
پڑھنا وید اور ریاض کرنا نیکی کے طریق سے سنورنا

٢

ہرگز نہ کسی کا دل دکھانا جو بات ہو دل میں لب پہ لانا
دشمن کی بھی دشمنی کو سہنا ترکِ کامل سے مست رہنا
رکھنا دائم ٹھکانے جی کو کہنا نہ کبھی برا کسی کو
بے نفس، حلیم، رحمدل، نرم ہونا سنجیدہ اور باشرم

٣

رخ پر شانِ جلال ہونا ہر شکل سے خوش خصال ہونا
رکھنا عفو و عطا کا جوہر ہونا صبر و رضا کا پیکر
جھگڑا نہ کسی سے مول لینا عظمت پہ نہ اپنی دھیان دینا
دیوی سمپت کے ہیں جو انساں ان کی یہ صفات ہیں نمایاں

٢٠

راہِ عصیاں سے دور ہو تم — بھارت اِس سے نفور ہو تم
اِس علمِ خفی کا ہو کے ماہر — مجھ سے ہے جو ہوا ہے تم پہ ظاہر
انساں ہو کامیابِ عرفاں — اس پر کھل جائے بابِ عرفاں
پا جائے سکونِ دل بالآخر — کرنا دھرنا نہ کچھ پڑے پھر

۱۶
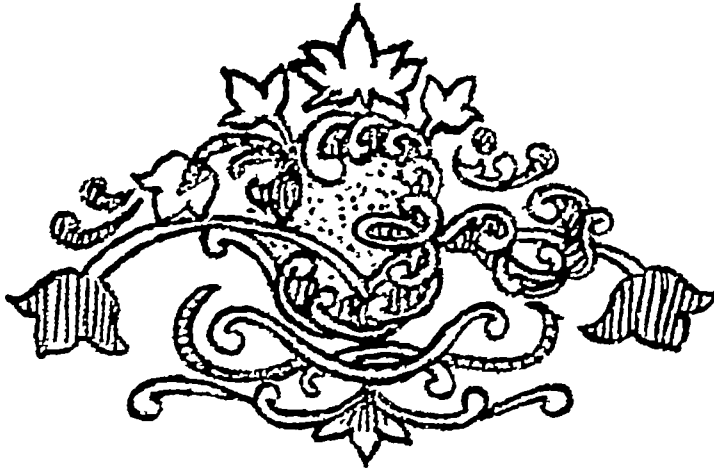
ہے اک ایسا نظامِ ہستی — دو قسم کی ہے تمام ہستی
اس میں سے ایک عارضی ہے — ہستی جاوید دوسری ہے
ہیں سب چیزیں جہاں کی فانی — مشہورِ زماں ہیں آنی جانی
بے لوث تغیّر و تبدّل — جاوید مگر ہے روح بالکل

۱۷

جس سے ہے بسی ہر ایک بستی — جو ہے سب سے بلند ہستی
بے بہرہ نیستی وہی ہے — ہستی جو ہے دوسری وہی ہے
ہر جائی ہے قیام اس کا — روحِ اعظم ہے نام اس کا
تینوں دُنیاؤں کی ہے بانی — وہ قادرِ کُل ہے جاودانی

۱۸

فانی ہیں یہ وجود جتنے — باہر ہوں میں ان کے دائرے سے
ہے روح جو دو جہاں میں آباد — ہے بیمِ زوال سے جو آزاد
اس سے بھی بڑی ہے بات میری — سب سے ارفع ہے ذات میری
دُنیا مجھے کہتی ہے مُقدّم — ویدوں کی نظر میں ہوں مکرّم

۱۹

بھارت آگاہ راز ہوکر — مردِ عرفاں نواز ہوکر
جو مجھ کو بُزرگ جانتا ہے — سب سے ممتاز مانتا ہے
وہ مخزنِ علم سربسر ہے — اس کو ہر بات کی خبر ہے
رہ کر مسرور و شاد ہر وقت — کرتا ہے مجھی کو یاد ہر وقت

۱۲

خورشید کے دائرہ میں آکر — اس منبع نور میں سما کر
جو نورِ ضیا دہ جہاں ہے — جس سے روشن یہ خاکداں ہے
جس سے تنویرِ ماہ میں ہے — آتا یہ حدِ نگاہ میں ہے
جس سے ہوتی ہے آگ روشن — اس کا سمجھو مجھی کو مخزن

۱۳

سررشتہ دامنِ زمیں ہوں — اس کے اندر میں جاگزیں ہوں
خود کو اس بھیس میں چھپائے — دنیا بھر کا ہوں بوجھ اُٹھائے
ہوں چرخ پہ بن کے ماہ انور — آبِ حیواں کا میں ہی مصدر
جتنے بھی ہیں دہر میں نباتات — پاتے ہیں نمو مجھی سے دن رات

۱۴

جس چیز کو جسمِ عنصری کی — کہتے ہیں حرارتِ غریزی
ہر اک حیوان میں وہ میں ہوں — ہر اک انسان میں وہ میں ہوں
انفاس کے سلسلے سے مل کر — جاری جو ہے جسم میں برابر
کرتا ہوں غذا میں ہضم اسمیں — مشہور ہیں جن کی چار قسمیں[1]

۱۵

ہوں میں ہی مقیم خانۂ دل — آباد مجھی سے ہے یہ محفل
دانائی کا ہے وجود مجھ سے — ہے حافظہ کا شہود مجھ سے
دونوں ہوتے ہیں مجھ سے نابود — عرفاں مرا دید سے ہے مقصود
ہر دید سے آشنا ہوں میں ہی — موجد ویدانت کا ہوں میں ہی

[1] رشیوں نے تمام غذاؤں کی چار قسمیں مقرر کی ہیں یعنی (۱) جو چبائی جائیں (۲) جو پی جائیں (۳) جو چاٹی جائیں (۴) جو چوسی جائیں

۸

بوئے خوش دید کو ساتھ اپنے — لے جائے ہوا اُڑا کے جیسے
ساکن ایسے ہی قصرِ تن کا — طائر اس عنصری چمن کا
مسکن کو جب اپنے چھوڑتا ہے — رشتہ قالب سے توڑتا ہے
پھر سے ترتیب آب و گل کو — لے جاتا ہے حواس و دل کو

۹

کان، آنکھ، زباں، ہاتھ، دل، ناک — یہ سب ہیں وسیلہ ہائے ادراک
پردے پردے میں ہو کے داخل — ذرّے ذرّے میں ہو کے شامل
لذّات قبول کر کے ان کی — ہر بات قبول کر کے ان کی
مصرف میں ہے اپنے ان کو لاتی — حظ اس سے ہے روح یوں اُٹھاتی

۱۰

خارج ہوتا ہے جسم سے جو — چھُٹتا ہے اس طلسم سے جو
وابستہ شکل و نام اس میں — کرتا ہے جو قیام اس میں
ہر وقت صفات سے منزّا — کرتا ہے جو صرف لذّتوں کا
واقف اس سے نہیں ہیں گمراہ — شاہد اس کی ہے چشم آگاہ

۱۱

خود کو پہچانتے ہیں جو لوگ — جن کا شب و روز شغل ہے جوگ
اس روح کو وہ خود اپنے اندر — پاتے ہیں صاف جلوہ گستر
جو ہیں غفلت پرست لیکن — شفاف نہیں ہے جن کا باطن
گو کوشش سے نہیں وہ تھکتے — پھر بھی نہیں اس کو دیکھ سکتے

۴

تبدیلِ عمل میں آرزو ہو　　پھر اس منزل کی جستجو ہو
جس میں اِک بار جا کے انساں　　ہوتا نہیں پھر رجوعِ دوراں
رہ کر زندانِ آب و گل میں　　ہر وقت ہو یہ خیال دل میں
مقصد ذاتِ احد ہے جس کا　　ہے نخلِ کہن یہ جس سے پیدا

۵

جن میں نہیں عہدِ خود پرستی　　ظلمت کی نہیں ہے جن میں پستی
قایم بالذّات و آرمیدہ　　رکھ کر دُنیا سے دل کشیدہ
ہوں غم میں نہ ابر ساں جو گریاں　　راحت میں نہ گل صفت ہو خنداں
ایسے روشن ضمیر کامل　　پاتے ہیں وہ لازوال منزل

۶

جو منزل ہے نہایت اعلیٰ　　جس میں اپنا ہے خود اُجالا
ایسی جس کی ہے شانِ معراج　　مہر و مہ کی نہیں جو محتاج
ہے لاکھ تجلّیوں کا مسکن　　کرتی نہیں جس کو آگ روشن
امکاں نہیں جس سے واپسی کا　　ہے وہ ارفع مقام میرا

۷

اجسام کے اِن صنم کدوں میں　　دنیائے وجود کی حدوں میں
جو روح ہے جیو آتما ہے　　میرا ہی وہ جُزوِ لا فنا ہے
کل تعمیروں میں آب و گل کی　　جالب[1] ہے وہی حواس[2] دل کی
پھیلا ہر سُو ہے کام جن کا　　قدرت میں ہے قیام جن کا

[1] جالب یعنی کھینچنے والا [2] مراد حواسِ دل

پندرھواں ادھیائے[اوم]

ذاتِ برتر یعنے پرشوتم یوگ کی تعلیم

۱

بھگوان نے اب یہ راز کھولا
لافانی ہے شجر اک ایسا
وسعت نہیں جس کی کچھ مُقرّر
شاخیں نیچے ہیں جڑ ہے اوپر
ہے ہر صورت سے یہ برومند
پتّوں کے بجائے اس میں ہیں چھند
جو کنہ سے اس کی ہے خبردار
ویدوں کے وہ جانتا ہے اسرار

۲

اوپر نیچے تمام اس کی
شاخیں ہیں قریب و دور پھیلی
لذّات میں ہے شگوفہ کاری
کرتی ہیں صفات آبیاری
نیچے کی طرف جڑیں جھکی ہیں
پابند ان سے سب آدمی ہیں
انسانوں میں بشکلِ افعال
پھیلا ان کا ہے چار سو جال

۳

جیسا ہے اس شجر کا انداز
اس کا کھلتا نہیں یہاں راز
آغاز اس کا ہے رازِ پنہاں
انجام اس کا نہیں نمایاں
ہے جائے قیام سِرِّ مکتوم
یہ بھید نہیں کسی کو معلوم
گہری ہیں جڑیں جو اس شجر کی
ہوں نذر وہ ترک[۱] کے تبر کی

۱ تر یعنی سنیاس

۲۴

یکساں جس کو ہیں راحت وغم
جو ہے بے لوث مدحت وذم
لوہا سونا ہو یا ہو پتھر
سب ہیں جس کے لئے برابر
صورت پیدا بھلائی کی ہو
یا بات کوئی بُرائی کی ہو
شاد اس سے نہ اس سے مُضمحل ہو
رکھتا جو مزاج مُستقل ہو

۲۵

جس کو نہ ہو فخر ننگ و ناموس
ذلّت نہ کبھی ہو جس کو محسوس
رکھے نہ کسی سے میل یا بیر
یکساں ہوں جسے یگانہ و غیر
افعال میں ہو نہ دخل پندار
خود کو نہ قرار دے جو مختار
اس کی مٹّی نہیں ہے برباد
ہے قید صفات سے وہ آزاد

۲۶

میرا ہی جو صرف ہے پرستار
رہتا نہیں غیر کا طلب گار
جیتا ہے جو میری آرزو میں
مرتا ہے جو میری جستجو میں
دل قید صفات سے ہٹا کر
ان پر کامل عبور پاکر
بنتا ہے مرے کرم کا حقدار
پاتا ہے وصال آخرکار

۲۷

سرچشمہ آب زندگانی
ہوں میں ہی وہ ذاتِ جاودانی
مجھ سے جلوہ عیاں ہے اس کا
مجھ سے پیدا نشاں ہے اس کا
نیک اعمالی کا پاک مخزن
ہوں دھرم کا لازوال مسکن
شکل آرام ہے مجھی سے
تسکین دوام ہے مجھی سے

۲۰

گن سب یہ جو تین قسم کے ہیں — باعث جو ظہور جسم کے ہیں
ان کی حد سے اگر نکل جائیے — اک مجلس سے بشر نکل جائیے
پیری اس کو نہ پھر ستائے — پیدا ہو وہ پھر نہ موت آئے
غم سے نہ کبھی ہو سرگرانی — حاصل کرے زیست جاودانی

۲۱

ارجن نے اب ادب سے پوچھا — میرے مخدوم میرے آقا
ہیں دور صفات سے جو انسان — فرمائیے کیا ہے ان کی پہچان
کیا ہیں طور و طریق ان کے — کرتے ہیں جہاں میں کام کیسے
ہے یہ جو صفات کا سمندر — پاتے ہیں عبور اس پہ کیونکر

۲۲

بھگوان رطب فشاں ہوئے یوں — ارجن سے وہ تر زباں ہوئے یوں
جو علم کو رغبت عمل کو — یا ظلمت پر فن و دغل کو
اس وقت برا نہیں سمجھتا — جس وقت بندھا ہو زور ان کا
یا جب ان کا ہو دل ہی فقدان — انکی خواہش میں ہو نہ حیران

۲۳

جو صورت ناظر کشیدہ — رکھتا ہو ترک میں عقیدہ
مضطر نہ صفات سے کبھی ہو — ششدر نہ صفات سے کبھی ہو
جو اس نکتہ سے آشنا ہے — یہ سب چکر صفات کا ہے
ہے یکسوئی سے کام لیتا — دل کو نہیں یوں مچلنے دیتا

۱۶

جس کام میں ستوگن ہو شامل ہے قابلِ قدر اس کا حاصل
ہوتا ہے وہ عمل طرب ناک اس کا ثمرہ ہے عیب سے پاک
کہتے ہیں جسے رجوگنی کام ہوتا ہے وہ باعثِ صد آلام
لیکن جو تموگنی ہیں کردار گرم ان سے ہے گمرہی کا بازار

۱۷

مشہور جو ستوگن صفت ہے وہ جادہ نمائے معرفت ہے
لالچ کا ہے سبب رجوگن ہے وجہ غم و تعب رجوگن
گن ہے لیکن تموگن ایسا کر دیتا ہے بشر کو اندھا
طاری ہوتی ہے اس پہ غفلت بن جاتا ہے شکارِ ظلمت

۱۸

جن میں کثرت ہے ستوگن کی رفعت پاتی ہے روح ان کی
ہے جن سے رجوگن آشکارا انجام ہے درمیانی ان کا
لیکن جو عیوب کے ہیں بندے ہیں جن کے تمام فعل گندے
عادات تموگنی ہیں جن کی گرتے ہیں میانِ قعرِ پستی

۱۹

جس وقت اس چشمِ سیر بیں پر انسان کے دیدۂ یقیں پر
کھلتا ہے یہ سرِ نہانی افعال کی ہیں صفات بانی
اس ذات کو ہے وہ جان لیتا جس میں نہیں کام کچھ صفت کا
ہوکر اس وقت مستِ عرفاں پاتا ہے مرا وصال انساں

۱۲

دل پر چھاتا ہے جب رجوگن
لالچ کرتا ہے وار اپنا
آمادہ بکار ہوکے انساں
رہتا ہے اسیر پنجۂ آز

غالب آتا ہے جب رجوگن
پا جاتا ہے شکار اپنا
محرومِ قرار ہوکے انساں
اے کُل بھرت ہیں باعثِ ناز

۱۳

لیکن اے کورونندن ارجن
رہتا نہیں شمع علم کا نور
ہوتی ہے جہالت ایسی طاری
چلتی نہیں ایک آگہی کی

غلبہ پاتا ہے جب تموگن
ہوتا ہے عمل کا شوق کافور
ہے سوجھتی دل کو ہرزہ کاری
نوبت آتی ہے گمرہی کی

۱۴

سر پہ جب موت آ کھڑی ہو
اس وقت جو ستوگن ابھر آئے
جاگ اُٹھے ضرور اس کی تقدیر
پا جائے وہ بار اس جہاں میں

یعنی جب کوچ کی گھڑی ہو
مرنے والے کے دل پہ چھا جائے
جنّت ہو جائے اس کی جاگیر
جس میں بستی ہیں پاک روحیں

۱۵

لیکن جو دمِ فنائے قالب
انساں ایسوں میں پھر ہو پیدا
ہو دم جب نکل رہا کسی کا
لے ڈوبیگی اس کو قسمت اسکی

آجائے رجوگن اُس پہ غالب
ہوتے ہیں جو عمل کے شیدا
جب زور کرے تموگن اپنا
ادنیٰ ہوگی ولادت اسکی

۸

اگیان سے ہے عیاں تموگن — ظلمت کا ہے نشاں تموگن
ہیں اس کے سبب تمام جاندار — دامِ تزویر میں گرفتار
عیش و عشرت پہ کر کے مائل — حد درجہ بنا کے سست غافل
دیتا ہے فریب یہ بشر کو — کرتا ہے ذلیل بے خبر کو

۹

کرتی ہے ستوگن کی تاثیر — سحر آسودگی سے تسخیر
رکھتا ہے اگر رجوگن انسان — ہوتا ہے عمل کی سمت رجحان
لیکن ہے یہ تموگن ایسا — جوگیان پہ ڈالتا ہے پردا
طاری کرتا ہے دل پہ غفلت — رکھتا ہے بشر کو محوِ عشرت

۱۰

رج[1] اور تم[2] کو دبا کے بھارت — بڑھتی ہے ستوگن کی طاقت
ستو اور تم کا نہ کچھ ہو جب زور — رج کا ہوتا ہے تب بپا شور
جب ہوں رج اور ستو پسپا — تم کا چھاتا ہے تب اندھیرا
طرفہ تر یہ معاملہ ہے — کیسا دلچسپ سلسلہ ہے

۱۱

جب علم کا آفتاب ضو بار — ہو مشرق حواس سے نمودار
اک اک در سے مکانِ تن کے — گوشے گوشے سے اس چمن کے
امڈے اک نور کا سمندر — ہر موئے بدن ہو شمع پیکر
اس وقت یہ چاہیئے سمجھنا — غلبہ ہے بشر پہ ستوگن کا

[1] رج یعنی حرکت [2] تم یعنی جمود

۴

مخلوق جو قسم قسم کے ہیں — قیدی زندان جسم کے ہیں
چاہے جیسے وجود پائیں — جس راہ سے بھی جہاں میں آئیں
میری قدرت سے ہیں یہ پیدا — ہے مخرج و ہر بطن اس کا
پڑتا اس میں ہے تخم میرا — ہوں، کونتئے[1]! میں باپ سب کا

۵

ست، رج اور تم جو تین گُن ہیں — قدرت سے بہم جو تین گن ہیں
اک ان میں سکون ہے ایک حرکت — ہے ایک جمود و جہل و غفلت
اس قالب میں مقیم ہے جو — ساکن اس کا قدیم ہے جو
تینوں ہی گن اس کے ہیں گلوگیر — رکھتے ہیں اسے یہ پا بہ زنجیر

۶

اے گرد گنہ سے پاک ارجن — ممتاز ان سب میں ہے ستوگن
حد درجہ لطیف و پاک ہے یہ — ہر طرح سے تابناک ہے یہ
بندش میں ہے روح اس صفت سے — یعنی علم اور معرفت سے
ہوتی ہے یہ اس پہ سحرانداز — کرتی ہے اسیر دام اعجاز

۷

اے راحت جسم و جان کُنتی — اے نازش دودمان کُنتی
یہ بات ہے قابل تیقن — تحریک کا نام ہے رجوگن
خواہش کا ہے نکاس اِسی سے — بُجھتی ہے دل کی پیاس اسی سے
اعمال کے سلسلہ میں بجد — کرتا ہے یہ روح کو مُقیّد

---

[1] کونتئے یعنی ارجن

چودھواں ادھیائے

صفاتِ سہ گانہ کی تقسیم یعنے گن ترے وبھاگ کی تعلیم

۱

بھگوان ہیں اب شکر دہن یوں — وا کرتے ہیں دُرِ سخن یوں
سرتاج علوم علم جو ہے — معراج علوم علم جو ہے
جس کے رازوں سے ہو کے واقف — ہوتے ہیں بقا نصیب عارف
کرتا ہوں پھر اعادہ اس کا — ہو جس سے اثر زیادہ اس کا

۲

اس علم کو رہنما بنا کر — اس سے ہر طرح فیض پا کر
داخل مجھ میں جو ہو چکے ہیں — واصل مجھ میں جو ہو چکے ہیں
پھنستے نہیں پھر طلسم میں وہ — آتے نہیں قیدِ جسم میں وہ
محفوظ ہیں موت کی بلا سے — آزاد ہیں خدشۂ فنا سے

۳

ہے طرفہ ترا اہتمام قدرت — ہے بطن صفت نظام قدرت
ابر نیساں ہوں میں صدف یہ — حاصل اسے مجھ سے ہے شرف یہ
آئینہ ہیں میرے جوہر آگیں — پیدا کرتا ہوں گوہر آگیں
خلقت اسی طرح ہے یہ ساری — آئین ہے مری ہی سحر کاری

۳۲

ظاہر ہیں لطافتیں خلا کی
آئینہ ہیں وسعتیں خلا کی
ہوکر یہ محیطِ دہر جیسے
آغشتہ نہیں کسی بھی شے سے
ہوکر یوں ہی روح زینتِ جسم
بن کر پابند صورت واسم
بے واسطۂ جہاں ہمیشہ
رہتی ہے کشاں کشاں ہمیشہ

۳۳

سورج حالانکہ ایک ہی ہے
ہر چیز میں اس کی روشنی ہے
اس سے ایسی ہے بارش نور
ہے بزمِ حیات جس سے معمور
ارجن اسی طرح روح یکتا
ہے کون و مکاں میں جلوہ فرما
دائم ہر ایک چھیتر میں ہے
قائم ہر ایک چھیتر میں ہے

۳۴

چشمِ تمیز جس کی وا ہے
عُقدہ جس پر یہ کھل گیا ہے
کس طرح سے چھیتر میں ہے ظاہر
کیا شے ہے یہ چھیتر گیہ آخر؟
ہیں مادہ و صفات کیا چیز؟
اس قید سے ہے نجات کیا چیز؟
ہوتا ہے وہ رستگار بالخیر
کرتا ہے مقام پاک کی سیر

۲۸
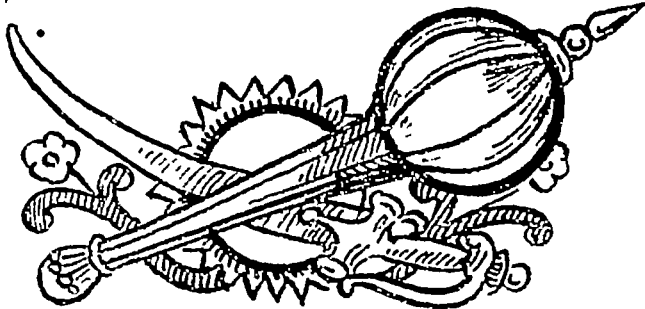
ذاتِ مُطلق ہے وہ سراسر
بزمِ امکاں میں جلوہ گُستر
پاتا ہے جو اسے نُمایاں
جتنے قالب ہیں سب ہیں یکساں
پامال نہیں کسی سے ہوتا
نادم نہیں نیستی سے ہوتا
چڑھ کر سرِ بام زندگانی
ہوجاتا ہے وہ جاودانی

۲۹

معلوم جسے یہ ہوگیا ہے
افعال کی وجہ مادّا ہے
فطرت یہ نقوش ہے بناتی
وہ اِن کو ظہور میں ہے لاتی
کرتی نہیں کام کچھ مگر روح
آزاد اس سے ہے سربسر روح
ایسا انسان دیدہ ور ہے
در اصل وہ مرد باخبر ہے

۳۰

خلقت جو یہ قسم قسم کی ہے
پابند جو شکل و اسم کی ہے
سب کی بنیاد روح پر ہے
سب میں یہی ذات جلوہ گر ہے
چیزیں نکلی ہیں سب اِسی سے
پیدا ہیں یہ بے طلب اسی سے
جس کے پیشِ نظر ہے یہ بات
وہ پاجاتا ہے وصل بالذات

۳۱

ہے چونکہ صفات سے مبّرا
آغاز کہیں نہیں ہے اس کا
ذات برتر وہ لا یزالی
اپنی قدرت دکھانے والی
گو جسم میں ہے قیام کرتی
لیکن نہیں کچھ بھی کام کرتی
بالا ہر ایک بات سے ہے
بے لوث تاثرات سے ہے

۲۴

باریک نظر سے کام لیکر — خود اپنے ہی بطوں کے اندر
مشغول مراقبہ میں دن رات — کرتے ہیں کچھ نظارۂ ذات
کچھ محو نظارے میں ہیں اس کے — علم و عرفاں کے راستے سے
دیتے ہیں شہادت اس کی اکثر — بے لوث عمل کی راہ چل کر

۲۵

ایسے بھی کچھ بشر مگر ہیں — ان رازوں سے جو بے خبر ہیں
سن کر اوروں سے جو یہ اسرار — ذاتِ مطلق کے ہیں پرستار
جو کچھ اس طرح ہیں یہ سنتے — قائل ہوتے ہیں دل سے اس کے
ایسے انساں بھی آخر کار — ہوتے ہیں فنا کے بحر سے پار

۲۶

اے نازشِ نسلِ پاک بھارت — دل میں رہے نقش یہ حقیقت
اک سمت سے کارزارِ ہستی[۱] — اک سمت سے راز دارِ ہستی[۲]
ہو جاتے ہیں جب آکے یک جا — عالم ہوتا ہے ان سے پیدا
یعنی بے جاں ہو یا ہو جاندار — ہے کل خلقت کا ان سے اظہار

۲۷

ذات برتر خدائے دوراں — ہے ہر قالب میں جلوہ ساماں
پھیلا اس کا ہے نور سب میں — ہے وہ نزدیک و دور سب میں
گو ہے ہر ایک جسم فانی — اس کی ہستی ہے جاودانی
کرتا ہے مشاہدہ جو اس کا — آنکھوں والا وہی ہے بینا

[۱] یعنی چھیتر (۲) یعنی چھیتر گیہ

۲۰

فاعل ہو وہ فعل یا ہو مفعول　　علّت ہو وہ خواہ معلول
مخرج ان سب کا مادّہ ہے　　ایسا ہی اسے کہا گیا ہے
اب روح کے باب میں رہے یاد　　یہ اس قالب میں رہ کے آباد
ہوتی ہے کبھی طرب سے مانوس　　کرتی ہے کبھی یہ رنج محسوس

۲۱

رہ کر یہ روح مادّے میں　　پھنس کر دنیا کے سلسلے میں
ہے شاہد جلوۂ صفائی　　تخلیق ہے مادّے سے جس کی
ہر لحظہ صفات سے ملوث　　ہے بزمِ حیات سے ملوث
ہوتی رہتی ہے یوں ہمیشہ　　اچھے بُرے قالبوں میں پیدا

۲۲

ہو کر قالب میں جلوہ گستر　　رکھتی ہے یہ نگاہ اس پر
ملتا ہے اسے سہارا اس کا　　کرتا ہے کام اشارا اس کا
ہر ذائقہ کی ہے چکھنے والی　　اس ذات کی شان ہے نرالی
جو کچھ بھی ہے وہ سب ہے اس کا　　ذاتِ مُطلق لقب ہے اس کا

۲۳

کیا مادّہ شے ہے روح کیا ہے　　نیرنگ صفات کیا بلا ہے
جو ان چیزوں سے ہے خبردار　　جس پر ان کے عیاں ہیں اسرار
چاہے کچھ بھی ہو رنگ اس کا　　چاہے کچھ بھی ہو ڈھنگ اس کا
وہ جسم نہیں قبول کرتا　　اس میں نہیں پھر نزول کرتا

۱۶

ہر چند یہ ایک ہے احد ہے   زیب اجسام لاتعد ہے
گو ایک ہی اس کا سلسلہ ہے   ظاہر سب میں جدا جدا ہے
یہ کون و مکاں ہیں اس سے پیدا   یہ ہر دو جہاں ہیں اس سے پیدا
ہے یہ ان کی فنا کا باعث   ہے یہ ان کی بقا کا باعث

۱۷

اسباب ظہور ہیں اسی سے   پیدا سب نور ہیں اسی سے
ظلمت کا نہیں ہے نام اس میں   کچھ اس کا نہیں ہے کام اس میں
علم و عرفاں اسی کو سمجھو   جان دوراں اسی کو سمجھو
عالم ہے یہ علیم ہے یہ   ہر قالب میں مقیم ہے یہ

۱۸

یہ چھیتر ہے کیا یہ جسم کیا ہے   پنہاں اس میں طلسم کیا ہے
جو علم کا خاص مدعا ہے   جو کچھ منشا علیم کا ہے
باتیں کردیں بیان یہ سب   سمجھا دیا تم کو ان کا مطلب
یہ راز اگر سمجھ میں آجائے   طالب مری ذات میں سما جائے

۱۹

ہے وقت شروع روح عنقا   آغاز نہیں ہے مادے کا
دایم یونہیں رونما ہیں دونوں   چیزیں لا ابتدا ہیں دونوں
صدہا جو تغیرات ہیں یہ   ظاہر جتنی صفات ہیں یہ
باقی ہیں نمود مادے سے   ہیں یہ محدود مادے سے

۱۲

جس کی پہچان ہم پہ ہے فرض / جس کا عرفان ہم پہ ہے فرض
جس کے رازوں کو جان لینا / مصدر ہے نشاط جاوداں کا
جس میں آغاز کی نہیں قید / جو ہے پیدا نہ جو ہے ناپید
کرتا ہوں بیاں اب اس کے اسرار / اس کا تفصیل سے ہے اظہار

۱۳

یہ شان اِسی ذات کو ہے شایاں / ہر سمت ہیں دست و پا نمایاں
پیدا یہ اِدھر بھی ہیں اُدھر بھی / ہیں ہر جانب دہان و سر بھی
ہر سمت آنکھیں ہیں جلوہ ساماں / کانوں کا ہے وسیع داماں
ساری ہے وہ بسیط ہے وہ / دنیا بھر میں مُحیط ہے وہ

۱۴

افعال جو یہ حواس کے ہیں / اُس کی قدرت کے آئینے ہیں
بے واسطہ ان سے ہے جُدا ہے / اُن کی لیکن یہی بنا ہے
ہے اُن سب کا قیام اِسی سے / کرتے ہیں وہ سارے کام اِسی سے
گو اس میں نہیں صفات کو بار / پھر بھی اِن سے ہے وہ خبردار

۱۵

ہیں جتنے وجود زیب دُنیا / بیرون و درون ہے سب میں پیدا
حرکت کے بھی ہیں اس میں آثار / جامد ہو کر بھی ہے نمودار
یہ ذاتِ لطیف اِس قدر ہے / تمیز اس کی محال تر ہے
طُرفہ اس کا ظہور بھی ہے / نزدیک بھی اور دُور بھی ہے

٨

لذّاتِ حواس پر نہ مرنا ان کی خواہش سے درگزرنا
پندار و خودی سے دور رہنا اِس نشہ میں نہ چُور رہنا
کیا رازِ حیات و موت کا ہے پیری کا عذاب کیا بلا ہے
بیماری و رنج کیوں ہیں جانکاہ ہونا سب کے سبب سے آگاہ

٩

جورو ہو وہ خواہ، خواہ فرزند ہونا نہ کسی کا دل سے پابند
رکھنا نہ علاقہ کچھ مکاں سے رہنا بے لوث این و آں سے
حسبِ مرضی ہو صرف اوقات یا کوئی خلافِ طبع ہو بات
کچھ بھی اس کا اثر نہ لینا اس کے پیچھے نہ جان دینا

١٠

مُجھ سے مطلب مدام رکھنا میری بھگتی سے کام رکھنا
عشقِ ذاتِ دگر نہ ہونا شیدا کسی اور پر نہ ہونا
دُنیا والوں کے کھیل سے دور گوشہ گیری سے شاد و مسرور
تنہائی میں قیام کرنا یوں عُمر اپنی تمام کرنا

١١

شغلِ عرفانِ ذات رکھنا اس میں پائے ثبات رکھنا
علمِ اصلِ جہاں کی تحصیل اس مقصد و مدعا کی تکمیل
باتیں ساری یہ کام کی ہیں جُزوِ عرفان و آگہی ہیں
ہیں یہ آئینۂ حقیقت باقی ہر چیز ہے جہالت

۴

دانا[1] اسے آزما چکے ہیں — یہ راز اکثر بتا چکے ہیں
ویدوں میں بیاں یہ بارہا ہے — اس کا اسلوب ہی جدا ہے
مرقوم ہے برھمہ سوتروں میں — منظوم ہے برھمہ سوتروں میں
جو ہیں ہر طرح سے مکمل — ہے جن کا ہر اک بیاں مدلل

۵

پانچ اس[2] میں عناصر اہم ہیں — ہر طرح سے مشترک بہم ہیں
اور اس کے علاوہ عقل و پندار[3] — ہیں اس قالب میں برسرکار
ہے دل کی بھی اس میں ایک ہستی — قدرت اس میں ہے غیر مرئی[4]
دس[5] اس میں جو اس جلوہ گر ہیں — پانچ اور ان کی بھی رہگذر ہیں

۶

رغبت کا بھی ہے وجود اس میں — نفرت کا بھی ہے وجود اس میں
ہے رنج بھی اور خوشی بھی اس میں — ہے پیکرِ عنصری بھی اس میں
ہے اس میں شریک ہوشیاری — جزو اک اس کا ہے پائیداری
ہیں اس میں تغیرات موجود — ہے ان سب سے یہ چھیتر مشہود

۷

اپنی عظمت نہ خود جتانا — لب پر حرفِ ریا نہ لانا
ایذا نہ کوئی کسی کو دینا — عفو اور عطا سے کام لینا
پہنے ہوئے سادگی کا بانا — خدمت میں گرو کی سر جھکانا
رہ کر یوں پاک و صاف یکسو — رکھنا خود پر مدام قابو

[1] ترجمہ گیتا مطبوعہ گیتا پریس گورکھپور کے مطابق [2] عناصر خمسہ یعنی پانی، ہوا، آگ، مٹی اور خلا [3] پندار یعنی اہنکار، خودی [4] قدرت غیر مرئی سے مراد ہے ادھیکت یعنی ترگنی مایا [5] دس حواس جیسے آنکھ، کان، منہ، ناک، ہاتھ، زبان، پاؤں اور مقام بول و براز شامل ہیں [6] یعنی لوتا گھسنا، چھونا، دیکھنا اور سونگھنا۔

تیرھواں ادھیائے[ادم]

جسم و جان کا امتیاز یعنی چھیتر اور چھیتر گیہ یوگ کی تعلیم

۱

بھگوان اب یوں ہیں محوِ گفتار
داکرتے ہیں لب شکر دار
ماتا کنتی کے اے پسر نیک
جسم خاکی یہ چھیتر[۱] ہے ایک
اِس چھیتر میں جلوہ بار ہے جو
کہتے ہیں چھیتر گیہ[۲] اس کو
جس کو دونوں سے آگہی ہے
اس کا ارشاد تو یہی ہے

۲

آتے ہیں نظر یہ چھیتر جتنے
ہیں کام کے گھر یہ چھیتر جتنے
سب کا مجھے چھیتر گیہ جانو
سب کا مجھے چھیتر گیہ مانو
ان دونوں کا جو علم ہے پاک
ان کی تمیز ان کا ادراک
جوہر سارے نکات کا ہے
عرفاں میری ہی ذات کا ہے

۳

یہ چھیتر یہ جسم چیز ہے کیا
اس میں شامل ہیں کون اجزا
کیا اس کے خواص کی ہے تفصیل
کیسے اس کی ہوئی ہے تشکیل
ہے کون جو اس سے باخبر ہے
قدرت کس کی یہ جلوہ گر ہے
کرتا ہوں میں بیان اب یہ
باتیں سنو تم بغور سب یہ

---

[۱] چھیتر سے مراد ہے کارگاہ ہستی عالم کبیر اور عالم صغیر [۲] چھیتر گیہ یعنی کارگاہ ہستی کو جاری رکھنے والا

۲۰

بھگتی کا نشان رکھنے والے
اِس بانے کی آن رکھنے والے

مذکورہ صدر دھرم کے رام
کرتے ہیں سب اسی طرح کام

میں ہی اِن کی ہوں ایک غایت
وہ مجھ کو عزیز ہیں نہایت

یہ دھرم امرت[1] کا ہے سمندر
حد درجہ ہے حیات پرور

[1] امرت یعنی آب حیواں

١٦

خواہش سے جسے ہے بے نیازی　　جس کا شیوہ ہے پاک بازی
اس کے ثمرہ کی فکر سے پاک　　ہنگامِ عمل ہے چست و چالاک
غم کوئی نہیں جسے ستاتا　　جو بار اس کا نہیں اُٹھاتا
ترک کامل سے ہے جو شاداں　　پیارا ہے مجھے بہت وہ انساں

١٧

گو اس پہ کھلا ہو درِ خوشی کا　　پھر بھی جو نہ لے اثر خوشی کا
کوسوں جو ہے دور دشمنی سے　　رہتا ہے نفور دشمنی سے
صیّادِ الم کا جو نہیں صید　　جس کے دل میں ہوس ہے ناپید
کر لے بد و نیک سے کنارا　　وہ بھگت مجھے بہت ہے پیارا

١٨

دشمن ہو وہ خواہ کینہ پرور　　ہو دوست وہ خواہ مہر گستر
سر آنکھوں پر کوئی بٹھائے　　تحقیر سے خواہ پیش آئے
گرما ہو کہ موسم زمستاں　　راحت کے ہوں یا الم کے ساماں
ساری باتوں سے جو ہے بالا　　دل ان پہ نہیں جو دینے والا

١٩

ہوں ہجو و ثنا جسے برابر　　حاوی نہ ہوں یہ ذرا بھی جس پر
ساکن، مشغول فکر، خامش　　کرتا ہے بسر حیات خوش خوش
حاجت نہیں جس کو بام و در کی　　یعنی نہیں قید کوئی گھر کی
قائم ہے جو پائے مستقل سے　　ہے وہ مجھ کو عزیز دل سے

۱۲

ابھیاس[1] کے وصف ہیں نمایاں — فایق اس پر مگر ہے عرفاں
عرفاں سے ہے تصوّر اچھا — اُس گُر سے کہیں ہے یہ گُر اچھا
عرفاں سے بھی لے گئی ہے بازی — انجامِ عمل سے بے نیازی
بے فکرِ نتیجہ ہو جو عامل — پیدا کرلے سکون کامل

۱۳

دل اک جس کا چمن ہے بے خاک — رہتا ہے جو حسد سے بیزار
آئینۂ جوہرِ وفا ہے — غمخوارِ زمانہ بے ریا ہے
محرم ہے جو لطفِ آشتی سے — جو گم گشتہ نہیں خودی سے
یکساں ہیں جسے مسرّت و غم — جو ہے عفو و عطا مجسّم

۱۴

سُود اور زیاں کی فکر سے دور — ہر اک حالت میں ہے جو مسرور
تزکیّہ قلب سے جو ہے سیر — کرتا ہے جو حواس کو زیر
رکھتا ہے جو یقیں کو پختہ — دے کر دل و عقل مجھ کو ہدیہ
آتا میری پناہ میں ہے — چڑھتا میری نگاہ میں ہے

۱۵

بن کر ظالم شریر بدکار — دیتا نہیں خلق کو جو آزار
کرتا نہیں کوئی بات ایسی — جس سے دنیا ہو دشمن اسکی
پھول اُٹھتا جو نہیں خوشی سے — کھاتا نہیں خار بھی کسی سے
غصّہ سے جو دور ہے نڈر ہے — پیارا مجھے دل سے وہ بشر ہے

[1] ابھیاس یعنی شغل ریاضت

۸

رکھو نہ غرض کوئی کسی سے
اس کو بس ایک آرزو ہو
اندیشۂ نیک و بد کو چھوڑو
اس سے وصلِ دوام ہوگا

تم دل کو لگاؤ بس مجھی سے
ہر دم میری ہی جستجو ہو
مجھ پر عقل و خرد کو چھوڑو
ممکن مجھ میں قیام ہوگا

۹

یوں مشقِ تصوّر آزمانا
معلوم اگر ہو تم کو دشوار
کرنا کوئی نشان قائم
اس سے مشکل کشائی ہوگی

مجھ سے اس طرح دل لگانا
ارجن، جی چھوڑنا نہ زنہار
رکھنا اس کا ہی دھیان دائم
ممکن مجھ تک رسائی ہوگی

۱۰

اور اس سے بھی اگر ہو عاری
احسن ہو وہ خواہ، خواہ معیوب
اس طرح سے کام اگر کروگے
مل جائیگی تم کو دولتِ وصل

یہ مشق جو رکھ سکو نہ جاری
ہر فعل کرو مجھی سے منسوب
یعنی مرے نام پر کروگے
حاصل ہوگی مسرّتِ وصل

۱۱

اس کی بھی جو مقدرت نہیں ہے
دل کو رکھ کر بزیرِ قابو
میری بھگتی سے مست ہوکر
کردو میرے حوالے ہر کام

اتنی بھی اگر سکت نہیں ہے
رفتہ رفتہ بنا کے یکسو
اس میں اپنا وجود کھوکر
ہو وجہ تعب نہ فکر انجام

ہر چند کہ غائب از نگہ ہے
لیکن موجود ہر جگہ ہے
جس کی ممکن نہیں ہے تخییل
ہوتی جو نہیں ذرا بھی تبدیل
جنبش کی نہیں ہے جس میں خامی
جس کو کہتے ہیں سب دوامی
ایسا انساں رسا ہے مجھ تک
کچھ اس کے وصال میں نہیں شک

۵

جس کا پہلو ہے اک نراکار[1]
جو صورت میں نہیں نمودار
اس کی دشوار ہے پرستش
کرنی پڑتی ہے سخت کاوش
یہ صورت و اسم کے مقیّد
یہ مجلس جسم کے مقیّد
مشکل سے ہیں بے نشاں کو پاتے
ہیں اس کوشش میں جھول جاتے

۶

یہ لوگ اُٹھا کے ہاتھ سب سے
مسرور ہیں اک مری طلب سے
میں ہی جن کا ہوں ایک مطلوب
میں ہی جن کا ہوں ایک محبوب
مجھ پر چھوڑے ہوئے جو ہر کام
دیتے ہیں فرائض اپنے انجام
دل اپنا بنا کے عشرت آباد
کرتے ہیں نفس نفس مجھے یاد

۷

ڈوبے ہوئے میرے پریم رس میں
ہو جاتے ہیں اسی کے بس میں
اے پارتھ بڑی ہے بات ان کی
ہے قابلِ قدر ذات ان کی
جینے مرنے سے کر کے آزاد
دیتا ہوں میں ان کے پریم کی داد
میں جلد ان کو ابھارتا ہوں
اس بحر سے پار اُتارتا ہوں

[1] نراکار یعنی غیر صوری

اُدم

بارھواں اُدھیائے

طریقتِ عشق یعنے بھگتی یوگ کی تعلیم

۱

ارجن پھر ہے سخن سراپا — اس نے سری کرشن سے یہ پوچھا
کرتے ہیں بعض خوش ارادت — اس[1] طور سے آپ کی عبادت
اور آپ کو پوجتے ہیں اکثر — لافانی و بے نشاں سمجھ کر
اِن دونوں میں ہے کون اچھا — ممکن ان میں ہے وصل کس کا

۲

بولے اس بات پر یہ بھگوان — میری بھگتی سے شاد ہر آن
بحرِ عشق و فنا میں غرقاب — ہو کر میری طلب میں بیتاب
قائل جو صفات و شکل کے ہیں — مجھ کو اس طرح پوجتے ہیں
ممتاز و وقیع پاک لایق — یہ لوگ ہیں یوگیوں میں فایق

۳ و ۴

قابو میں حواس اپنے رکھ کر — طاقت یہی پاس اپنے رکھ کر
سب باتوں کو سمجھ کے یکساں — دنیا کے بھلے کا جو ہے خواہاں
اور اُس ہستی کو پوجتا ہے — جو بے پایاں ہے لافنا ہے
خالی نہیں جس سے چیز کوئی — آتی جو نظر نہیں کہیں بھی

[1] الفاظ "اس طور سے" میں اس صفاتی جلوے کی پرستش (یعنی سگن اپاسنا) کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر گیارھویں ادھیائے میں کیا گیا ہے۔

۵۴

ہے خاص فضیلت اسمیں حاصل — ارجن تپ میں تمہیں ہو کامل

بھگتی دل میں اگر ہو مجھ سے — مطلب آٹھوں پہر ہو مجھ سے

کھل جائیں بشر پہ میرے اسرار — حاصل کرلے وہ لطف دیدار

دور از موت و حیات ہو جائے — مسرور وصالِ ذات ہو جائے

۵۵

خود میرا ہی سمجھ کے ہر کام — دیتا ہے جو اپنے فرض انجام

جس کو میرا ہی آسرا ہے — مجھ پر سو دل سے جو فدا ہے

مسرور ہے بے تعلّقی سے — رکھتا نہیں بیر جو کسی سے

گم ہو کے وہ باشعور مجھ میں — مل جاتا ہے ضرور مجھ میں

۵۰
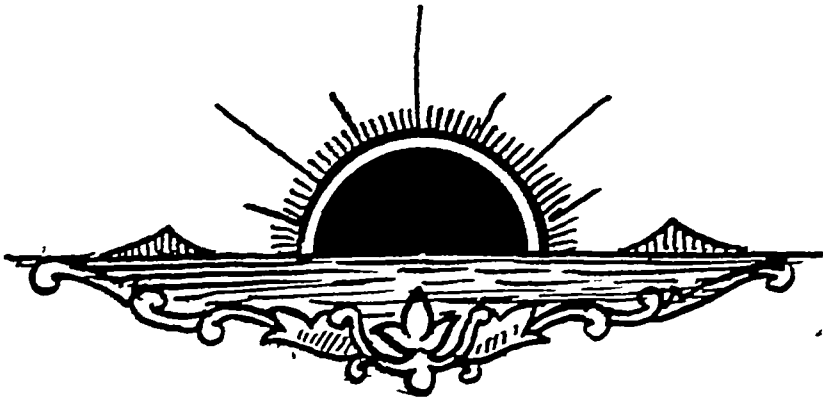
سنیے پھر یوں ہے عرض پرداز — عالیجاہا بلند اعزاز
جب کر چکے واسدیو تقریر — دی آپ نے دادِ حسن تعبیر
پھر شکل عیاں وہ کی جمالی — دل پر اِک موہنی سی ڈالی
ظاہر تصویرِ نور کردی — دہشت ارجن کی دور کردی

۵۱

مسرور جمالِ ضو فگن سے — ارجن بولا جناردن سے
ڈوبا ہوا حُسن میں سراسر — کتنا ہے یہ دل نواز پیکر
پھر آپ جو ہو کے یوں نمایاں — ہیں پیشِ نظر بہ شکل انساں
راحت جان و جگر نے پائی — تسکیں قلب و نظر نے پائی

۵۲

بھگوان اب ارجن جواں سے — گویا ہیں لبِ شکرفشاں سے
سب کو جس کا نہیں ہے یارا — جس کا دشوار ہے نظارا
میں نے جس کو تمہیں دکھایا — ناظر جس کا تمہیں بنایا
اس کے خواہاں ہیں دیوتا بھی — اس پر قربان ہیں دیوتا بھی

۵۳

کوئی کتنا ہی علم داں ہو — چاہے جیسا بھی وید خواں ہو
کیسا بھی ہو صاحبِ ریاست — کتنی ہی کرے کوئی سخاوت
کتنا ہی کوئی ہو محوِ ایثار — کیسا بھی ہو یگیہ کا علم دار
لیکن جس طرح تم نے دیکھا — کوئی نہیں مجھ کو دیکھ سکتا

۴۶

دیکھوں وہی ہستی منوّر — از سر تا پا جلال پیکر
ماتھے پہ مُکٹ گراں بہا ہو — ہاتھوں میں چکر ہو گدا ہو
اے حاضر کل ہزار بازو — ہیں جلوہ فروز آپ ہر سُو
پھر ظاہر ہو جناب عالی — مورت وہی چار ہاتھ والی

۴۷

اب کرشن نے کی گہر فشانی — ارجن! تھی یہ خاص مہربانی
میں نے جو یہ صورت جلالی — اک جس کی صفت ہے لازوالی
کی عرصۂ جنگ میں نمایاں — جس کا نہ شروع ہے نہ پایاں
کوئی نہیں تم سے پہلے ایسا — جس نے دیکھا ہو یہ نظارا

۴۸

تم مرد شجاع ہو جواں ہو — تم باعث فخر خانداں ہو
ہو وید پڑھا کوئی تو کیا ہے — خیرات کسی نے کی تو کیا ہے
کیا ہے؟ اعمال بھی جو ہوں نیک — کرے کوئی تپ میں رات دن ایک
ارجن تھا یہ جگر تمہارا — ورنہ کسے دید کا تھا یارا

۴۹

دیکھی ہے جو یہ مہیب صورت — کیا ہے گھبرانے کی ضرورت
گم ہیں ہوش و حواس بیکار — کیوں ہے خوف و ہراس بیکار
عقل و دانش سے منھ نہ موڑو — لو صبر سے کام جی نہ چھوڑو
لو شوق سے اب کرو دوبارہ — تم پہلی ہی شکل کا نظارہ

۴۳

میں آپ کو دوست جانتا تھا — میں آپ کو یار مانتا تھا
لیکن اُس کی نہ تھی خبر خاک — ہے اتنی عظیم ہستی پاک
غفلت کتنی تھی مجھ پہ طاری — میں نے بخیالِ دوستداری
توہین حضور کی ہے اکثر — یادو کرشن اور دوست کہہ کر

۴۴

جامد ہیں یہ خواہ ساکن اشیا — سب کی بانی ہے ذاتِ والا
کتنی ہے جناب کی بزرگی — ایسی عظمت نہیں کسی کی
قدرت رکھتے ہیں آپ ایسی — تینوں دنیاؤں میں کہیں بھی
کوئی نہیں اہل ہمسری کا — پھر ذکر ہی کیا ہے برتری کا
کُل جسم کو فرشِ پا بنا کر — دے کر تعظیم سر جھکا کر
اے لائقِ حمد سب کے مُختار — ہوں لطف و کرم کا میں طلبگار
جس طرح خطا پہ عفو گُستر — بیٹے کو ہو باپ زن کو شوہر
یا دوست کا دوست ہو خطا پوش — ہوں ایسے ہی آپ بھی عطا کوش

۴۵

دیکھا اب تک جو تھا نہ دیکھا — دل میں بےحد خوشی ہے پیدا
پھر بھی حیراں بنا ہوا ہوں — بےحد لرزاں بنا ہوا ہوں
اصلی جامے میں آئیے آپ — پھر شکل وہی دکھائیے آپ
ہیں آپ پناہ بخشِ عالم — ہو، دیو، سکونِ دل فراہم

۳۸

برہما[۱] رُتبے میں گو بڑے ہیں — بانی بزمِ شہود کے ہیں
اے لایق صد ہزار تکریم — وہ بھی کیسے کریں نہ تعظیم
بے لوث فنا ہے ذات پُرنور — ذرّہ ذرّہ ہے جس سے معمور
دور از تمیز باطل و حق — ہے آپ کی ذات ذاتِ مُطلق

۳۹

تھا آپ سے پیشتر بھلا کون — ہے آپ سے عمر میں سوا کون
ہے آپ کی آگہی مُسلّم — ہے آپ سے آگہی مُقدّم
ہے سب سے بلند ذاتِ عالی — رکھتے ہیں وہ شانِ لایزالی
اس کا تو ظہور آپ سے ہے — عالم معمور آپ سے ہے

۴۰

ہیں آپ ہی وایو دیو واگنی — یم بھی برہما بھی چندرماں بھی
برہماجی کے بھی ہیں پتا آپ — ان سے بھی ہیں اوج میں سوا آپ
واجب ہے ہزار بار تعظیم — کرتا ہوں میں بار بار تعظیم
کس طرح ہو عاجزی کا اظہار — کرتا ہوں پھر آپ کو نمسکار

۴۱

سب پر ظاہر ہے ذاتِ اقدس — سب پر قادر ہے ذاتِ اقدس
ہر سمت سے پیش سے عقب سے — ہے پیش نیاز دل ادب سے
قدرت کو زوال ہی نہیں ہے — کچھ حدِ جلال ہی نہیں ہے
کس شان کی جلوہ گستری ہے — جو شکل بھی ہے وہ آپ کی ہے

[۱] ذاتِ باری کی تخلیقی قوت

۳۴

بے مثل ہو تم تو ناوک انداز حاصل کرو جہاں میں اعزاز
اُٹھو کرو عدو کو مغلوب لُوٹو پھر راج کے مزے خوب
یہ تو پہلے ہی مر چکے ہیں تلوار کے گھاٹ اُتر چکے ہیں
ہو تم تو برائے نام حیلہ میں اِن کی فنا کا ہوں وسیلہ

۳۵

بھیشم سے خواہ صف شکن ہیں جیدرتھ دروَن یا کرن ہیں
یا اور جو تیغ زن ہیں جرّار سب کو میں کر چکا ہوں فی النار
ڈرتے کیوں ہو انہیں مٹا دو تم شوق سے ان کے سر اُڑا دو
دشمن پہ لگاؤ ضرب کاری اِس جنگ میں جیت ہے تمہاری

۳۶

پھر سنجے نے سخن کی دی داد سُن کر بھگوان کا یہ ارشاد
ارجن مغلوب یاس سے تھا لرزاں خوف و ہراس سے تھا
سر پر تھا تاج گو درخشاں لیکن بن کر وہ عجز ساماں
قدموں پہ کرشن کے جھکا تھا یوں جوڑ کے ہاتھ کہہ رہا تھا

۳۷

انتر[1] جامی ہیں آپ سرکار دل کی حالت سے ہیں خبردار
ہیں سب حمد و ثنا کے قائل فخر آپ کو ہے بجا یہ حاصل
دُنیا ہے جو شاداں بھجن سے راحت ملتی ہے کیرتن سے
بدخو جو فرار پر ہیں مائل پیش آتے ہیں ادب سے کامل

[1] انتر جامی یعنی عالم الغیب

۳۰

جل مرنے کی ہوس میں جیسے — گرتے ہیں چراغ پر پتنگے
بالکل اسی طرح یہ بھی جاں باز — جو ہیں جو دھاؤں میں سرفراز
مجبور ہیں شوقِ نیستی سے — ہونے کے لئے فنا خوشی سے
جن کو دینی تھی جان رن میں — گرتے ہیں جناب کے دہن میں

۳۱

دیکھو جسے لقمۂ دہن ہے — پروانۂ شمعِ انجمن ہے
ضو بار دہانِ شعلہ زا سے — مسرور ہیں لذتِ غذا سے
اے سرورِ دہر وشنو بھگوان — یہ رعب و جلال آہ یہ شان
اک اک ذرّہ میں آشکارا — ہے تابشِ نور عالم آرا

۳۲

ذاتِ اقدس عظیم تر ہے — فوق آپ کو دیوتاؤں پر ہے
میں پیشِ حضور ادب سے خم ہوں — اب آپ سے طالبِ کرم ہوں
اس شکلِ مہیب میں ہے کیا راز — میں کچھ نہ سمجھ سکا یہ اعجاز
اسرار جو آپ کے ہیں پنہاں — میں ان کے کشود کا ہوں خواہاں

۳۳

ارجن کا سوال یہ سُنا جب — یوں کرشن ہوئے کلام بر لب
اس وقت میں درپے فنا ہوں — موجود بصورتِ قضا ہوں
لڑنے سے ہو خواہ تم کو انکار — پھر بھی ہر سمت کے یہ سردار
جانباز یہ مرد یہ سپاہی — ہونے کو ہیں سب عدم کو راہی

۲۶

خونخوار یہ دانت ہیبت آگیں　　ہیں سنگ رہ قرار و تسکیں
جو شعلہ روئے آتشیں ہے　　کم حشر کی آگ سے نہیں ہے
دل اس سے لرز اُٹھا ہے میرا　　ہے یاس نے ہر طرف سے گھیرا
راحت نہیں روح کو مُیسّر　　اے حاضر کل کرم ہو مجھ پر

۲۷

دھر تراشٹر کے سب یہ راحتِ جاں　　نیز اور بھی تاجدارِ دوراں
جو ہیں دشمن کی صف میں شامل　　سب آپ میں ہو رہے ہیں داخل
بھیشم یہ درون یہ کرن یہ　　ناوکِ افگن یہ صف شکن یہ
اور اپنے بھی یہ سب طرفدار　　یہ جوئی ٹ کے سپاہ سالار

۲۸

تیزی سے کھنچے ہی جا رہے ہیں　　مُنہ کے اندر سما رہے ہیں
لمبے لمبے ہیں دانت جن میں　　ہیبت والے ہیں دانت جن میں
لاکھوں مردانِ جنگ ایسے　　سُرمہ سر ہو گئے ہیں جن کے
اِن دانتوں میں لٹک رہے ہیں　　لاشے اُن کے پھڑک رہے ہیں

۲۹

دریاؤں کی بے شمار لہریں　　ساحل کُش و بیقرار لہریں
جیسے پیہم رواں دواں ہوں　　مائل سوئے قُلزم رواں ہوں
بالکل اسی طرح یہ جیالے　　تلوار سے کام لینے والے
مُنہ میں جا جا کے جل رہے ہیں　　شعلے جن سے نکل رہے ہیں

۲۲

یہ جھنڈ جو دیوتاؤں کے ہیں — مائل بہ جناب ہو رہے ہیں
فرطِ ہیبت سے زار و خستہ — کچھ محوِ ثنا ہیں دست بستہ
کچھ اور گروہ عاملوں کے — کچھ اور گروہ کاملوں کے
مقدم میں دُعائے خیر برلب — توصیف و ثنا میں ہیں شکر لب

۲۳

آدتیہ ہیں رُدر یا وسو ہیں — سب آپ کے آج روبرو ہیں
وشوے دیو، اشونی، مرت، سب — اوشم پا ہیں جو اہل منصب
گندھربوں کی تمام یہ ذیل — اسروں یکشوں کے خیل کے خیل
یا ہے جو یہ کاملوں کی صحبت — سب پر طاری ہے سخت حیرت

۲۴

اے صاحب زور اے قوی بال — ہے جسم عظیم کوہ تمثال
جسم و رُخ کا تو کیا ہی کہنا — رانیں لاکھوں ہیں پیٹ صدہا
کچھ حد ہی نہیں ہے دست و پا کی — ہیبت ڈاڑھوں میں ہے بلا کی
دُنیا گھبرائی جا رہی ہے — دہشت سی چھائی جا رہی ہے

۲۵

وشنو ہر رنگ میں نرالا — ہے یہ جو رُخ جنابِ والا
جس میں ہے فرازِ چرخ گرداں — آنکھیں ہیں بڑی بڑی درخشاں
ہے دیکھ کر اس کو خوف طاری — دل میں پیدا ہے بیقراری
میں وقفِ ہراس ہو رہا ہوں — بے ہوش و حواس ہو رہا ہوں

۱۸

چشم و چہرہ بہم ہیں لاکھوں | صدہا بازو شکم ہیں لاکھوں
ہر ایک مقام پر ہے موجود | ذاتِ اقدس ہے غیر محدود
آغاز ہے وسط ہے کہ انجام | کچھ اس سے جناب کو نہیں کام
حاوی ہیں آپ جو کُل جہاں پر | دُنیا ہے یہ آپ ہی کا مظہر

۱۹

رکھتا ہوں عقیدت اسمیں پوری | ہے آپ کا جاننا ضروری
کیا خاک کرے کوئی کنارا | دُنیا کا ہیں آپ ہی سہارا
جس دھرم کی ابتدا ہے اِک راز | ہیں اُس کے محافظ آپ ممتاز
ہے ذات جناب جاودانی | ہے میری نظر میں غیر فانی

۲۰

ناپید شروع آپ کا ہے | ہے وسط کہیں نہ خاتمہ ہے
بے اندازہ ہے زور و طاقت | بے اندازہ ہیں دست قدرت
آنکھیں کیسی چمک رہی ہیں | ہیں مہر و قمر تو بس یہی ہیں
چہرے میں برنگِ نار ہے نور | دنیا ہے تمام جس سے معمور

۲۱

ہیں ارض و سما میں جلوہ گر آپ | ہیں وسطِ خلا میں جلوہ گر آپ
ہر جانب ہیں بسیط جلوے | ہر جانب ہیں محیط جلوے
حیرت انگیز ہے یہ صورت | اُف رے اس کا جلال و ہیبت
اے قادرِ کُل، بزرگ دوراں | تینوں عالم ہیں اس سے لرزاں

۱۲

اک ساتھ ہزار مہر تاباں — ہوں چرخ بریں پہ گرد رخشاں
اور اِن سے ہو جو بارشِ نور — اور ان میں ہو جو تابشِ نور
اِس سے بھی کہیں زیادہ انوار — ذاتِ عالی سے تھے نمودار
یہ نور اِس سے کہیں سوا تھا — دونوں کا مقابلہ ہی کیا تھا

۱۳

ارجن نے کہ فخرِ پانڈواں تھا — اک چشم و چراغِ خانداں تھا
دیکھا اس وقت یہ نظارا — ذاتِ عالی تھی عالم آرا
یہ پہنائے نظامِ دُنیا — اور اس کے جُدا جُدا سب اجزا
یکجائی کو بنا کے مقصود — دیوؤں[1] کے بھی دیو میں تھے موجود

۱۴

ارجن کی تھی اک عجیب حالت — چھائی تھی غضب کی دل پہ حیرت
بشاش تھا اس قدر زیادہ — رویاں رویاں تھا ایستادہ
پھولا ہوا مثلِ گل خوشی سے — اب سر خم کر کے عاجزی سے
بھگوان سے دست بستہ بولا — قفل بابِ مراد کھولا

۱۵

اے دیو[2]۔ جناب کے بدن میں — اِس پیکرِ نور پیرہن میں
کرتا ہوں میں دیوتاؤں کی دید — حاصل ہے انبساطِ جاوید
ہر قسم کی ہستیاں ہیں روشن — برھما ہیں کنول پہ جلوہ افگن
رشیوں کا نظارہ کر رہا ہوں — تا در سا پیوں کو دیکھتا ہوں

[1] دیوؤں کے دیو سے مراد ہے دیوتاؤں بھی ا یعنی بھگوان کرشن [2] دیو یعنی معبود

۸

ہیں یہ جو تمہارے پاس آنکھیں
ہرگز نہیں حق شناس آنکھیں
دُنیا کا پڑا ہے ان پہ جلباب
ان میں نہیں میری دید کی تاب
اب کرتا ہوں میں حکمت ایسی
دیتا ہوں تمہیں بصارت ایسی
جس پر ہو عیاں کمال میرا
جو دیکھ سکے جلال میرا

۹

اب سنجے نے مقام بدلا
یعنے روئے کلام بدلا
بولا اے خسرو جہاندار
بھگوان نے ختم کرکے گفتار
ارجن کی نظر کو آزمایا
جلوہ ہر شان کا دکھایا
ایک ایک ظہور طرفہ تر تھا
سرمایہ حیرتِ نظر تھا

۱۰

بے اندازہ دہن عیاں تھے
ان جلووں میں جو ضوفشاں تھے
آنکھوں کا شمار ہی نہ تھا کچھ
اشکال کی تھی نہ انتہا کچھ
ہر صورت تھی تحیّر آگیں
زیور لاکھوں تھے وجہ تزئین
ہر قسم کے زرق برق ہتھیار
تھے زینت پیکر ضیا بار

۱۱

مالاؤں سے رونق گلو تھی
چھٹکی تنویر چار سو تھی
کیا خوب جمال پیرہن تھا
اور اس پہ وہ عطر کا مہکنا
تھی ذات یہ مظہر عجائب
حد تھی جس کی نظر سے غایب
جس کا ہر سمت رُخ عیاں تھا
ارجن نے اِسے بغور دیکھا

۴

اے دُنیا کی بقا کے مُختار　　اے دُنیا کی فنا کے مُختار
اے اہلِ عمل میں سب سے اعلیٰ　　ہو یہ جو خیال ذاتِ والا
کرسکتا ہوں میں یہ نظارہ　　مُجھ میں دیدار کا ہے یارا
قدرت سے مجھے لا فنا دکھائیں　　جلووں کا مُشاہدہ کرائیں

۵

یوں نطق نواز اب ہیں بھگوان　　دیکھو اے پارتھ تم مری شان
گونا گوں سب ظہور ہیں یہ　　پیدا نزدیک و دور ہیں یہ
صدہا یہ نہیں ہزارہا ہیں　　امکان شمار سے سوا ہیں
رنگ و صورت میں سب یگانہ　　ہیں باعث حیرتِ زمانہ

۶

فرزند[۱] ادت کے ہیں یہ بارہ　　یہ آٹھ وسوبہ رُوز گیارہ
اُنچاس مُرت - یہ اشونی دو　　بھارت! سب کو بغور دیکھو
صدہا دیگر عجیب جلوے　　دیکھے ہی نہیں کبھی جو پہلے
ان کے منظر سے حظ اُٹھالو　　ان سب پر تم نگاہ ڈالو

۷

رنگِ غفلت اُڑانے والے　　اے نیند[۲] پہ غالب آنے والے
دُنیا کا جو چرخ ہے یہ جاری　　اور اس کی یہ کائنات ساری
اجسام یہ ساکن اور جنباں　　جس شے کی بھی دید کا ہے ارماں
مسکن ان کا ہے جسم میرا　　دیکھو اُنہیں آج مجھ میں یکجا

سلہ گیتا کے اشلوکوں میں تعداد نہیں دی ہے [illegible]
[illegible]

گیارھواں ادھیائے

ذاتِ مطلق کا دیدار یعنے وشو روپ درشن

۱

کی اب ارجن نے دُرفشانی
بھگون بہ کمال مہربانی
جو درس جناب نے دیا ہے
جو رازِ نہاں عیاں کیا ہے
معدوم اس سے ہے جہل میرا
ناپید نظر میں ہے اندھیرا
کُلفت سب دور ہو گئی ہے
ظُلمت کافور ہو گئی ہے

۲

اُف رے ان کا فسون و اعجاز
آنکھوں میں ہے کنول کا انداز
کیسے ہوتے ہیں ظاہر اجسام
کیسے ان کا فنا ہے انجام
کیسی قُدرت جناب کی ہے
کتنی عظمت جناب کی ہے
جو کچھ بھی حضور کا تھا مطلب
تفصیل سے میں نے سُن لیا سب

۳

اے مالکِ پاک دو جہاں کے
ممتاز تمام ہستیوں سے
ہے خود کے لئے جو حکم سرکار
اس میں ہے اک امرِ حق کا اظہار
صُورت جو کچھ بیان کی ہے
حالت جو کچھ بیان کی ہے
دیکھوں میں اسے یہ شوق اب ہے
اس کے نظارہ کی طلب ہے

۴۰

ہمراز و رفیق اے پرنتپ[۱]
دمساز و شفیق اے پرنتپ
جلوے میرے ہیں ندرت آمیز
پر نور لطیف حیرت انگیز
کچھ تم پہ یہ گو کئے نمایاں
لیکن ان کا نہیں ہے پایاں
جو ذکر مِری زبان پر ہے
اک ان کا بیان مختصر ہے

۴۱

ندرت آمیز و حیرت افزا
جتنی بھی زمانہ میں ہیں اشیا
قدرت کا ہے کمال جن میں
ہے عکس فگن جمال جن میں
جو تاب و تواں میں ہیں یگانہ
طاقت کا ہیں جو اک خزانہ
اک شمّۂ نور سے ہویدا
سب میری ہی ذات سے ہیں پیدا

۴۲

ارجن بیکار ہے یہ تطویل
ہوتا بکجا بیانِ تفصیل
اس کے سُننے سے فائدہ کیا
آخر اس کا ہے مُدعا کیا
ہاں بات بس ایک کام کی ہے
یہ رُوح مرے کلام کی ہے
ادنیٰ سا ہے مرا اشارا
ہوں جس سے ہیں سب ہیں آشکارا

[۱] پرنتپ یعنی ارجن

۳۶
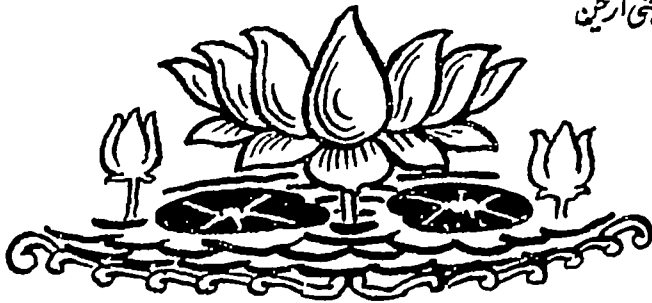
جن کا ہے طریقِ جعلسازی — ان میں ہوں میں قمار بازی
اربابِ اثر میں ہوں اثر میں — نُصرت مندوں میں ہوں ظفر میں
جن کی مضبوط ہے عقیدت — ان میں ہوں میں فیصلہ کی قُوّت
جو ہیں آئینہ دارِ نیکی — ان میں ہوں میں شعارِ نیکی

۳۷

ممتاز ہے مجھ سے نسلِ برشنی[۱] — اور انہیں ہوں واسدیو میں ہی
ہستی مری پانڈوؤں میں بھی ہے — ان میں مرا نام ہے دہننجے[۲]
مُنیوں کی صفوں میں ویاس ہوں میں — عارف ہوں میں حق شناس ہوں میں
گردوں پیما سخنوروں میں — ہوں میں اُشنا[۳] سخنوروں میں

۳۸

حاکم میں ہوں اختیارِ تعزیر — دیتا ہوں میں سزائے تقصیر
جن کو ہے خیالِ فتح نصرت — ان میں ہوں میں سبیلِ حکمت
اسرار میں نکتۂ خفی ہوں — آئینہ برنگ خامُشی ہوں
جو ہیں آگاہِ دفترِ علم — اُن میں مجھ سے ہے جوہرِ علم

۳۹

جو کچھ بھی بنائے دو جہاں ہے — میرا ہی وہ پہلوئے عیاں ہے
ارجن میں ہی اصلِ رنگ و بو ہوں — تخمِ گلزار در نمو ہوں
حیوان ہوں یا ہوں وہ جمادات — سب میں موجود ہے مری ذات
حرکت والی جمود والی — مجھ سے نہیں کوئی چیز خالی

[۱] برشنی یدو بنسیوں کا ایک طبقہ تھا جس میں سری کرشن جی پیدا ہوئے تھے [۲] دہننجے یعنی ارجن [۳] اُسشنا یعنی شکرا چارج

۳۲

ارجن ہے جو یہ کتابِ دُنیا
میں ہی اس کا ہوں باب پہلا
حصہ ہوں میں اس کے درمیاں کا
ہوں وسط تمام داستاں کا
میں ہی اس کا ہوں آخری باب
ہوتا ہے مجھی پہ ختم یہ خواب
میں ہوں علموں میں علمِ عرفاں
میں بحث میں ہوں دلیل و برہاں

۳۳

میں صورتِ حرفِ منکشف ہوں
اکھشر میں اکار ہوں الف ہوں
میں ان کے وصال کی بھی ہوں شان
میں دُوند ہوں اور سماس کی جان
بیگانۂ حدّ و انتہا ہوں
میں وقت ہوں اور لافنا ہوں
جلوہ ہے جہاں میں عام میرا
ہے اس کا رکھاؤ کام میرا

۳۴

آمادۂ محشر فنا ہوں
میں ضدِّ حیات ہوں قضا ہوں
کرتا ہوں بہم بقا کے ساماں
ہستی کا مجھی سے پھر ہے امکاں
توقیر تونگری فراست
گویائی کی حافظہ کی قوت
پامردی و خوئے چشم پوشی
تانیث میں سب ہیں ذات میری

۳۵

گانے والی جو ہیں مناجات
برہت سام ان میں ہے مری ذات
چھندوں میں روش مری عجب ہے
میرا گایتری لقب ہے
جتنے بھی مہینے ہیں مقرر
ان میں ہوں ماگھ سب سے برتر
فصلوں میں بھی میں ہی رونما ہوں
یعنی موسم بسنت کا ہوں

۲۸

آلات میں حرب کے ہوں میں بجر — اسباب میں ضرب کے ہوں میں بجر
ہر اک نعمت کی دینے والی — گایوں میں ہوں کامدھین میں ہی
امکاں خلقت کا ہے مجھی سے — جذبہ شہوت کا ہے مجھی سے
سانپوں میں بھی میری برتری ہے — اِن میں مرا نام باسکی ہے

۲۹

فایق ناگوں میں ہوں میں سب سے — مشہور ہوں شیش کے لقب سے
مسکن ہے جہانِ آب میرا — اِس میں ہے برن خطاب میرا
پتروں[1] میں بھی میں ہی جلوہ زا ہوں — ممتاز بنامِ آریما ہوں
ہوں میں نظمِ جہاں کا سرتاج — کہتا ہے مجھے زمانہ یم راج

۳۰

ان کی دنیا ہے مجھ سے آباد — مشہور ہوں دیتوں میں پہلاد
سب کی شکل مآل ہوں میں — اسباب فنا میں کال ہوں میں
ضیغم ہوں میں ہزبر ہوں میں — چوپاؤں میں شیرِ ببر ہوں میں
اُڑنے والے ہیں جتنے اجسام — ہے ان سب میں گرڑ مرا نام

۳۱

جتنی چیزیں ہیں تیز رفتار — اُن میں ہے مرا ہوا سے اظہار
رہتا ہے جنہیں سلاح سے کام — ان میں مری ذات پاک ہے رام
آبی جسموں میں ہوں مگر میں — رتبہ رکھتا ہوں بیشتر میں
جتنے بھی رواں دواں ہیں دریا — اِن میں گنگا ہے نام میرا

[1] پتر یعنی بزرگان رفتہ

۲۴

ہوں میں ہی گرو پروہتوں کا — ہے برہسپت خطاب میرا
صفدر، جانباز، مرد، جرّار — جتنے بھی ہیں یہ سپاہ سالار
اس میں اسکند[1] مجھ کو سمجھو — پایہ میں بلند مجھ کو سمجھو
آبی ہیں یہ جس قدر مقامات — ان میں ہے یم رواں مری ذات

۲۵

جو اہلِ شعور و آگہی ہیں — مشہور جہاں مہارشی ہیں
مجھ کو اِن میں سمجھ کے یکتا — بھرگو کہتے ہیں اہلِ دُنیا
آئینۂ اختصار ہوں میں — تقریر میں اونکار ہوں میں
یگیوں میں طریق جاپ[2] ہوں — کہساروں میں ہمالیا ہوں

۲۶

اشجار میں ہیں صفات میری — پیپل بھی ہے خاص ذات میری
جو دیو رشی ہیں مایۂ ناز — نارد ان میں لقب سے ممتاز
ہیں جو گندھرب نیک فرجام — ان میں میرا ہے چتررتھ نام
میں فخرِ گروہِ اہلِ دل ہوں — مشہور مہامنی کپل ہوں

۲۷

اُچّیں سروا سمند ہوں میں — گھوڑوں میں بھی سربلند ہوں میں
امرت میں ہوا ظہور جس کا — شہرہ ہے قریب و دور جس کا
ایراوت ہوں میں ہاتھیوں میں — ذی حشمت ہوں میں ہاتھیوں میں
انسانوں میں جو حکمراں ہے — وہ میری ہی ذات بیگماں ہے

[1] اسکند یعنی سوامی کارتیک سناتن دھرمی عقیدے کے مطابق مہادیو جی کے فرزند اور گنیش جی کے بھائی ہیں
[2] یعنی ورد و وظیفہ

۲۰

ہو کر جلوہ فروزِ باطن — ہر جسم میں ذات ہے جو ساکن
آباد ہے جس سے اس کی ہستی — ہے وہ میری ہی خاص ہستی
دنیا میں ہیں یہ وجود جتنے — ہوتے ہیں شروع وہ مجھی سے
میں ہی ان کا ہوں عہدِ وسطی — میں ہی ان کا ہوں خاتمہ بھی

۲۱

آدیتّوں میں ہوں وشنو میں ہی — مجھ سے ہے یہ نظامِ شمسی
قالب جتنے بھی ہیں یہ تاباں — میں ان میں ہوں نیرِ درخشاں
میں ہوں مروتوں میں فخرِ اجسام — ان میں میرا مریچ ہے نام
جتنے نکشتر ہیں یہ دوّار — ہوں میں ان میں مہ ضیا بار

۲۲

ویدوں میں ہے قیام میرا — مشہور ہے نام سام میرا
ہے میری ہی دیوتاؤں میں دھوم — میں اندر کے نام سے ہوں موسوم
میں بزمِ حواس میں ہوں شامل — ان میں میرا خطاب ہے دل
روحِ اجسام دو جہاں ہوں — ہر اک قالب کی میں ہی جاں ہوں

۲۳

گیارہ[۱] یہ جو رُدر ہیں مقرر — اُن میں کہتے ہیں مجھ کو شنکر
مشہور جو یکش و راکشش ہیں — سردار اُن کا کبیر ہوں میں
ہیں آٹھ وسو جو رکنِ دوراں — میں ان میں ہوں آتش فروزاں
ہیں جتنے پہاڑ عرش پیما — ان میں ہے سمیرو نام میرا

---

[۱] مختلف مفسروں نے رودروں کی گیارہ اور وسودں کی آٹھ تعداد لکھی ہے ترجمہ کو مکمل بنانے کے لئے یہ تعداد بھی نظم کر دی گئی ہے اگرچہ اصل اشلوک میں تعداد نہیں درج ہے

۱۶

اب مجھ کو دکھائیں شان اپنی — قدرت وہ کریں بیان اپنی
گوناگوں وہ لطیف جلوے — وہ اپنے جلال کے کرشمے
جو ہیں آئینہ بحر و بر ہیں — پھر بھی آتے نہیں نظر ہیں
ارشاد وہ سب حضور فرمائیں — ممنون مجھے ضرور فرمائیں

۱۷

اے یوگ کے عالموں کے سرتاج — اے یوگ کے کاملوں کے سرتاج
یاد آپ ہی کی مدام رکھ کر — ہر وقت اسی سے کام رکھ کر
کیسے واقف جناب سے ہوں — آزاد غمِ حجاب سے ہوں
بھگوان وہ کون ہیں وسائل — ہوں آپ کی سمت جن سے مائل

۱۸

اپنی طاقت کا ذکرِ اقدس — اپنی قدرت کا ذکرِ اقدس
جاری رکھیں جناردن آپ — رولیں یونہیں دُرِ سخن آپ
اک اک نکتہ کی ہو وضاحت — باتوں میں ہے آپ کی حلاوت
امرت کا مزا ہے اِن میں پیدا — بھرتا ہی نہیں دل ان سے میرا

۱۹

بھگوان جواب میں ہیں گلبار — یوں ہیں عقدہ کشائے اسرار
ارجن اب اپنی قدرتوں کے — کرتا ہوں بیاں میں خاص جلوے
قُدرت میں جو اپنی ہیں یگانہ — جن سے واقف نہیں زمانہ
ورنہ مِری قدرتیں ہیں اتنی — حد ہی کوئی نہیں ہے جن کی

۱۲ و ۱۳

ارجن اب یوں ہے نطق پیرا | ہے آپ کا واہ کیا ہی کہنا
مُطلق ہے وجود ذاتِ والا | سب سے افضل نہایت اعلیٰ
کون آپ سے بڑھ کے ہے بھلا پاک | کون آپ سے بڑھ کے ہے عجب ناک
سب سے بڑھ کر قدیم ہیں آپ | الطف اطہر عظیم ہیں آپ
شرمندۂ ابتدا نہیں ہیں | موجود جناب ہر کہیں ہیں
جن کو حاصل کچھ آگہی ہے | ان کا تو مُشاہدہ یہی ہے
نارد، اَست اور ویاس دیول | یہ سب مرتاض پاک و اکمل
کرتے ہیں اِسی بیان پر صاد | اور آپ کا خود یہی ہے ارشاد

۱۴

جو کچھ بھی جناب نے کہا ہے | کیشو سب ٹھیک ہے بجا ہے
بھگون ہے عجیب آپکی ذات | از سر تا پا ہے اِک طلسمات
طرفہ تر ہے یہ اک تماشا | کیسے ہو کسی کو عِلم اِس کا
آگاہ نہ دیوتا[1] ہیں اس سے | دانو[2] ہی نہ آشنا ہیں اِن سے

۱۵

دُنیائے وجود سے یگانہ | اے مخزنِ ہستیٔ زمانہ
اے کون و مکاں کے پاک مالک | اے ہر دو جہاں کے پاک مالک
دیووں کے بھی آپ دیوتا ہیں | عظمت میں ہر ایک سے سوا ہیں
خود اپنی خبر بس آپ کو ہے | حاصل یہ نظر بس آپ کو ہے

[1] دیوتا یعنی نیک کردار [2] دانو یعنی بدکردار

۸

رکھ کر مدِّ نظر یہ نکتہ ‎ ‎ بانی ہوں در اصل میں ہی سب کا
میرا ہی ظہور ہے یہ سارا ‎ ‎ عالم ہے مجھی سے آشکارا
دل سے مجھ کو جو چاہتے ہیں ‎ ‎ بھگتی کی روش نباہتے ہیں
کرتا ہوں میں ان کی عقل پر صاد ‎ ‎ رکھتے ہیں مُدام وہ مجھے یاد

۹

جان و دل سے نثار ہو کر ‎ ‎ مفتوں پروانہ وار ہو کر
کرتے ہیں مرا ہی ذکر باہم ‎ ‎ رکھتے ہیں نظر مجھی پہ ہر دم
میزانِ سخن جو تولتے ہیں ‎ ‎ لب میری ثنا میں کھولتے ہیں
دایم میرے خیال میں مست ‎ ‎ رہتے ہیں ہر ایک حال میں مست

۱۰

غرق دریائے عشق ہو کر ‎ ‎ مست صہبائے عشق ہو کر
دل میں رکھ کر مرا ہی ارمان ‎ ‎ کرتے ہیں جو مجھ کو یاد ہر آن
میں اُن کو پناہ بخشتا ہوں ‎ ‎ عرفاں کی نگاہ بخشتا ہوں
کرتے ہیں وہ جس سے مجھ کو بس میں ‎ ‎ آتا ہوں میں ان کی دسترس میں

۱۱

منظور جو ہے بھلائی ان کی ‎ ‎ کرتا ہوں میں رہنمائی اِن کی
ان کے باطن میں گھر بنا کر ‎ ‎ اپنا اُسے مُستقر بنا کر
تنویر چراغِ آگہی سے ‎ ‎ شمع عرفاں کی روشنی سے
کرتا ہوں میں دور وہ اندھیرا ‎ ‎ گمراہی سے ہے ظہور جس کا

۴

ادراک ہو خواہ آگہی ہو — یعنی فقدان گمرہی ہو
ہو عفو کی خو کہ راستبازی — تسخیر ہو یا حواس و دل کی
وہ رنج ہو خواہ وہ خوشی ہو — ہستی ہو وہ خواہ نیستی ہو
ہو خواہ وہ بُزدلی کی خصلت — بیخوفی کی ہو خواہ عادت

۵

بے آزاری ہو یا مساوات — ہو صبر، ریاض ہو کہ خیرات
رسوا ہونا ذلیل ہونا — یا شہرت کی سبیل ہونا
ہوں عیب کی خواہ وہ ہُنر کی — باتیں جتنی بھی ہیں بشر کی
سب ہوتی ہیں رُونما مجھی سے — ان کی ہے پڑی بنا مجھی سے

۶

ہیں سات جو مہرشی صفاکیش — جن کی شہرت ہے بیش از بیش
چار اور قدیم صاحب دل — مرتاض ولی فقیر کامل
ہیں نیز مُنو جو شہرۂ آفاق — سب کا میرا ہی دل ہے خلّاق
ہے یہ خلقت انہیں کی ساری — دُنیا ان سے ہوئی تھی جاری

۷

میری قدرت سے جو ہیں واقف — میری طاقت سے جو ہیں واقف
جن کو دونوں سے آگہی ہے — ان کا اندازہ واقعی ہے
ہر دم رکھ کر خیال میرا — پا جاتے ہیں وصال میرا
ہے قول یہ راستی سراپا — اس کی صحت میں شک نہ کرنا

دسواں ادھیائے

جلالِ یزدانی کے کرشموں یعنی وبھوتی یوگ کی تعلیم

۱

اے مردِ جری شجاعِ اعظم
زور بازو میں فخرِ عالم
خوش آتی ہے یہ پسند تم کو
باتیں ہیں مری پسند تم کو
رکھتا ہوں میں سلسلہ یہ جاری
منظور ہے بہتری تمہاری
باتیں مطلب کی کچھ سُنو اور
تلقین ہے یہ بھی قابلِ غور

۲

میرا کیسے ہوا تھا آغاز
کیا ہے میرے ظہور کا راز
اس سے واقف نہیں ہے کوئی
آگاہ نہیں ہیں دیوتا بھی
رکھتے ہیں جو مہرشی کا درجہ
ان کو بھی پتہ نہیں ہے میرا
دونوں کا وجود خود ہے مجھ سے
ان کی تو نمود خود ہے مجھ سے

۳

لیکن جو ہیں باشعور انساں
جہل و ظلمت سے دور انساں
میرے بھیدوں کو جانتے ہیں
مجھ کو مالک وہ مانتے ہیں
ان پر ہے یہ کھلا ہوا راز
رکھتا نہیں میں کہیں بھی آغاز
ہوتے ہیں اسی سبب سے وہ پاک
رکھتے نہیں معصیت سے کچھ باک

۳۲

اے پارتھ یہ جب ہے اِک حقیقت — ہوں شودر کہ ویش خواہ عورت
ہوں خواہ وہ لوگ جُرم پیشہ — طالب مرے وصل کے ہمیشہ
اس حلقہ میں اسیر ہوکر — یوں دل سے پناہ گیر ہوکر
میرے آبِ کرم کے پیاسے — پاتے ہیں سکون دل بقا سے

۳۳

پھر کوئی برہمن[۱] صفا کیش — یا سلطان فقیر و درویش[۲]
ہے اہلِ کمال تو عجب کیا — پاتا ہے وصال تو عجب کیا
دنیا یہ جب ہے دارِ فانی — راحت نہیں اس کی جاودانی
مصروف رہو مری طلب میں — دیکھو موجود مجھ کو سب میں

۳۴

دل کی وابستگی ہو مجھ سے — ہر وقت لگن لگی ہو مجھ سے
اِک مجھ میں ہی اعتقاد رکھنا — میری ہی مُدام یاد رکھنا
خود کو میرے لئے مٹانا — میرے آگے ہی سر جھکانا
یوں جگ میں محو ہر طلبگار — مجھ کو پاتا ہے آخر کار

[۱] برہمن سے مُراد انسانوں کا وہ طبقہ ہے جس کی زندگی ہمیشہ پاکیزگی کے ساتھ علوم معرفت کی تحصیل میں گذرتی ہے [۲] سلطان فقیر و درویش سنسکرت کی اصطلاح راج رشی کا ترجمہ ہے [۳] یہ ترجمہ سنسکرت [illegible] کا کیا گیا ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کا ترجمہ میرا یگیہ کرنا ہے۔ یگیہ کی تشریح پہلے کی جا چکی ہے۔

۲۸

یوں میرے حوالے کر کے سب کام | بد ہو ان کا کہ نیک انجام
ہو جاؤ گے قید سے بری تم | یا جاؤ گے اس سے مخلصی تم
سالک ترکِ عمل کے ہو کر | مالک ترکِ عمل کے ہو کر
پا جاؤ گے نجات کامل | میری ہستی میں ہو کے شامل

۲۹

سب جانداروں میں ہوں میں یکساں | ظاہر پیدا عیاں نمایاں
مجھ کو رغبت نہیں کسی سے | مجھ کو نفرت نہیں کسی سے
دل جن کے خوش اعتقاد سے ہیں | مسرور جو میری یاد سے ہیں
میں ہوں ان میں وہ مجھ میں ہیں غرق | دونوں میں نہیں ہے نام کو فرق

۳۰

کیسا ہی گناہگار ہو وہ | کیسا ہی زبوں شعار ہو وہ
سچے دل سے جو کوئی انسان | کرتا ہے مری ہی یاد ہر آن
اس کو بھی نیک ہی سمجھنا | بیکار نہ وہم میں اُلجھنا
دل ہے اک لوح سادہ اس کا | ہے مستحکم ارادہ اس کا

۳۱

ہو جاتی ہے اس کی جلد اصلاح | دنیا ہوتی ہے اس کی مداح
اپنا طرزِ عمل بدل کر | پاتا ہے سکون دل سنبھل کر
ارجن یہ بات ہے یقینی | لازم نہیں اس میں نکتہ چینی
طالب کو مرے فنا نہیں ہے | اس کا اُسے ڈر ذرا نہیں ہے

۲۴

ہو خواہ کسی کی بھی عبادت | ہو خواہ کسی سے بھی ارادت
ہوتی ہے وہ مجھی کو موصول | ہے میری نگاہ میں وہ مقبول
یہ راز نہیں پر اُن کو معلوم | ہوتے ہیں اسی سبب سے مغموم
ممکن ہی نہیں وصال اُن کا | ہو جاتا ہے زوال اُن کا

۲۵

کرتے ہیں جو دیوتاؤں کو یاد | ہوتے ہیں وہ ان کے فیض سے شاد
جو محو ہیں یادِ رفتگاں میں | ملتے ہیں انہیں سے وہ جہاں میں
جو لوگ ہیں بندۂ عناصر | مدغم ہوتے ہیں ان میں آخر
لیکن ہے جنہیں خیال میرا | ہوتا ہے انہیں وصال میرا

۲۶

جن کے دل میں ہے چاہ میری | جو لیتے ہیں پناہ میری
سچے دِل سے جو کچھ کم و بیش | کرتے ہیں مجھے نیاز میں پیش
پتّہ ہو کہ پھول ہو کہ پھل ہو | نرمل نرمل وہ خواہ جل ہو
کرتا ہوں اُسے قبول جی سے | لے لیتا ہوں بڑی خوشی سے

۲۷

صادر جتنے ہیں فعل تُم سے | ظاہر جتنے ہیں فعل تُم سے
سیری شکم کو اشتہا میں | کھاتے جو کچھ بھی ہو غذا میں
جو کچھ بھی ہون میں ڈالتے ہو | یا بہر سخا نکالتے ہو
کرنا سب کو مجھی سے منسوب | ارجن یہ طریق کار ہے خوب

١٢

شیطانی ہے یہ بھول ان کی ۔۔۔ اُمیدیں ہیں فضول ان کی
ہے بستۂ علم بے مآبی ۔۔۔ ہر فعل نتیجہ سے ہے خالی
دل میں ہے بھری ہوئی کثافت ۔۔۔ اِن کی فطرت میں ہے خباثت
ہے جہل و جمود ان کا انجام ۔۔۔ لیتے ہیں وہ اس سے رات دن کام

١٣

اے پارتھ جو نیک خُو بشر ہیں ۔۔۔ پاکیزہ صفت ملک سیر ہیں
اعلیٰ خصلت بلند کردار ۔۔۔ ارفع جن کا بہت ہے معیار
دنیا کا سمجھ کے مجھ کو بانی ۔۔۔ آزاد قیود و غیر فانی
رہتے ہیں مرے ہی ذکر سے شاد ۔۔۔ کرتے ہیں وہ ہر نفس مجھے یاد

١٤

خاک رہِ نیاز ہوکر ۔۔۔ وقفِ سوز و گداز ہوکر
گُن گاتے ہیں مدام میرا ۔۔۔ جپتے رہتے ہیں نام میرا
رکھتے ہیں مرے حصول کی فکر ۔۔۔ ہے دل سے پسند انہیں مرا ذکر
دلدادۂ بندگیٔ کامل ۔۔۔ کرتے ہیں وہ میرا قرب حاصل

١٥

ہر رنگ[لہ] میں گو ہوں میں نُمایاں ۔۔۔ لیکن سرمایہ دار عرفاں
میری وحدت کے ہو کے قائل ۔۔۔ ہوتے ہیں مری طلب یہ مائل
خواہاں مرے قرب دائمی کے ۔۔۔ کچھ لوگ ہیں معتقد دوئی کے
بعضوں کا ہے اعتقاد کچھ اور ۔۔۔ میرے طالب ہیں سب بہر طور

لہ اس اشلوک کے معنی بھی مختلف شارحین نے مختلف طریقوں سے کئے ہیں، لیکن میرے ترجمہ کا انحصار گیتا رہسیا گورکھپور کی شرح در مہاتما تلک کی شرح پر ہے، ورنہ دوسرے شارحوں کے مطابق اس کا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے (بقیہ صفحہ ۹۸ پر ملاحظہ ہو

۸

اپنی مرضی کا ہو کے مختار — قدرت کو بنا کے آلۂ کار
کرتا ہوں بپا میں بزمِ عالم — دیتا ہوں وجود سب کو پیہم
جاندار ادنیٰ ہوں خواہ اعلیٰ — سب ہیں زنجیر فعل دریا
میری قدرت کا ہے یہ دستور — ہے اس سے تمام دہر مجبور

۹

ہر چند کہ ہے یہ شغل میرا — کچھ اس سے نہیں میں لوث رکھتا
ہرگز دیتا نہیں دل اس میں — ہوتا نہیں خود میں شامل اس میں
رغبت اس سے نہیں ہے مجھ کو — نفرت اس سے نہیں ہے مجھ کو
اس قید میں گو ہیں سب گرفتار — مجھ کو نہیں اس سے کچھ سروکار

۱۰

کرتا ہوں اسے میں جب اشارا — دیتا ہوں اسے میں جب سہارا
قدرت کرتی ہے کام اپنا — پھیلا دیتی ہے دام اپنا
ہوتے ہیں اک آن میں نمایاں — یہ سب جاندار اور بے جاں
ہر وقت نظام آفرینش — کرتا ہے اسی سبب سے گردش

۱۱

جو لوگ نہیں شعور رکھتے — دانش سے ہیں خود کو دور رکھتے
برحق مجھے جانتے نہیں ہیں — مطلق مجھے مانتے نہیں ہیں
اس راز سے وہ نہیں خبردار — ہوں سارے جہاں کا میں ہی مختار
پا کر مجھے قالب بشر میں — لاتے ہی نہیں کبھی نظر میں

۴

ہوں میں ہی بصورت نہانی | بزمِ دُنیا کا خاص بانی
جو کچھ ہے وہ ہے ظہور میرا | پھیلا ہے جہاں میں نور میرا
مخلوق ہیں یہ تمام مجھ میں | اِن سب کا ہے قیام مجھ میں
میں خود اِن میں مگر نہیں ہوں | موجود اگرچہ ہر کہیں ہوں

۵

دیکھو مری شانِ بے نیازی | کیا خوب ہے یہ کرشمہ سازی
مُجھ سے خالی نہیں ہے کوئی | مُجھ میں پھر بھی نہیں ہے کوئی
گو ہے سب کا وجود مُجھ سے | ہے یہ سارا شہود مُجھ سے
اس میں نہیں خود قیام میرا | ہے سب سے جُدا مقام میرا

۶

طوفان کے ساتھ شور کے ساتھ | ہر چند چلے یہ زور کے ساتھ
آتا نہیں فرق کچھ ہوا میں | ساکن رہتی ہے یہ خلا میں
یونہیں یہ خاص و عام مخلوق | دُنیا بھر کی تمام مخلوق
گو جلوہ گہ حیات میں ہے | شامل میری ہی ذات میں ہے

۷

ارجن اس چرخِ دُنیوی کا | ہوتا ہے جب ایک دَور پورا
جتنے بھی ہیں دہر میں یہ جاندار | جن میں بھی حیات کے ہیں آثار
مِل جاتے ہیں سب آ کے مُجھ میں | مِٹ جاتے ہیں سما کے مُجھ میں
پھر پاتے ہیں وجود وہ اور | ہوتا ہے شروع جب نیا دور

نواں ادھیائے

سلطان العلوم یعنے راج ودیا و راج گیہ کی تعلیم

۱

گویا بھگوان ہیں کہ لاریب
ارجن ہے تمہاری ذات بے عیب
کہتا ہوں میں اب وہ سرِ اعظم
جس کی گہرائی ہے مُسلّم
ہر پہلو سے بیاں کروں گا
پنہاں نکتے عیاں کروں گا
حاصل اِس سے جو آگہی ہو
پھر دل کو نہ رنج گمرہی ہو

۲

سرتاج علوم و پاک اعلیٰ
نقد اشراق دینے والا
اسرارِ نہاں میں ہے یہ ممتاز
اِس سے بڑھ کر نہیں کوئی راز
اس عِلم کی پیروی ہے آساں
ہے یہ راحت وہ دل و جاں
ہے جادہ نمائے راستی یہ
ہوتا ہی نہیں فنا کبھی یہ

۳

اس علم کے جو نہیں ہیں قائل
ہے راہ میں جن کی جہل حائل
رہتے ہیں جو دور دور اِس سے
مُجھ تک وہ کبھی نہیں پہونچتے
حصّہ میں ہے ان کے سرگرانی
ہیں پابندِ جہان فانی
قدر اس کی نہیں وہ خاک کرتے
حاصل نہیں علم پاک کرتے

۲۶

دونوں کا ہے واسطہ عمل سے — قائم یہ اصول ہیں ازل سے
پیدائش نور ایک سے ہے — ظلمت کا ظہور ایک سے ہے
ہے ایک دلیلِ رستگاری — بیشک ہے سبیلِ رستگاری
ہے دوسرا وجہ مرگِ ہستی — اس کی بُنیاد میں ہے پستی

۲۷

عاملِ مصروفِ کار و ہُشیار — شاغل عقدہ کشائے اسرار
دونوں باتوں سے باخبر ہیں — ان سے آگاہ بیشتر ہیں
غفلت کا نہیں ہے ان کو آزار — چُبھتا نہیں ان کے دل میں خار
ارجن تم بھی رہو نہ مجہول — ہو یوگ میں صدقِ دل سے مشغول

۲۸

جو فایدے وید پاٹھ کے ہیں — تپ کے جتنے بھی پھل لکھے ہیں
ثمرے ہیں جو دان کے مقرر — انعام ہیں یگیہ کے جو اکثر
جوگی کی نظر میں ہیچ ہیں سب — رکھتا نہیں ان سے کچھ وہ مطلب
لذّتِ جشنِ آگہی کامل — ہوتا ہے وہ ذاتِ حق میں شامل

(بقیہ صفحہ ۹۲) مفہوم واضح نہیں ہو سکتا۔ تاہم جو خیال بھگوان کرشن نے اس میں ظاہر فرمایا ہے اس کو مختلف علماء نے مختلف نقطۂ نظر سے سمجھا ہے۔ پنڈت جانکی ناتھ مدن نیز بعض دیگر شارحوں نے ۲۴ ویں اشلوک کے الفاظ دن، آتش، اُجالا، پاکھ اور ششماہی نیز شمالی یعنی اُترائن کے چھ ماہ بطور استعارہ تسلیم کئے ہیں اور ان کے معنی وہ "روشنیِ معرفت کا راستہ" سمجھتے ہیں۔ اسی طرح دھواں، رات اور اندھیرا پاکھ اور دکھشنائن کا مطلب وہ جہل اور لاعلمی سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کے نقطۂ خیال سے معرفت کی روشنی سے مستفید ہو کر مرنے والوں کو نجات کامل یا سرور دوامی کا درجہ نصیب ہوتا ہے اور جہالت اور لاعلمی کی حالت میں انتقال کرنے والے پھر قید تناسخ میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اس مفہوم کے قابل تسلیم ہونے میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن دوسری طرف ان الفاظ کو محض استعارہ ہی سمجھ لیا جائے تو پھر علم نجوم و ہیئت کے متعلق کاملان سلف کی تحقیقات بالکل بے معنی ہو جاتی ہے حالانکہ دیگر علوم کی طرح علم نجوم و ہیئت بھی ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اور تمام موجودات کی فنا و بقا نیز دیگر تغیرات میں اسکی کارگزاری بمنزلہ صفر ہو جاتی ہے۔ اس لئے بھگوان کرشن نے یہ الفاظ بطور استعارہ ہی کیوں نہ استعمال کئے ہوں تاہم ہمارے خیال کے مطابق ان تغیرات دنیا کا بھی بہت کچھ تعلق انسانی قید و نجات سے ہے اور ہم ان کو نظر انداز کرنے میں حق بجانب نہ ہوں گے خاصکر ایسی حالت میں جب دیگر ذمہ دار اہل الرائے علم نجوم و ہیئت کی رو سے بھی ان دونوں اشلوکوں کی وضاحت کرتے ہیں

۲۲

وہ ذات کہ ہے وحید و کامل ۔۔۔ ہستی ہے تمام جس ہیں شامل
پُر نور ہے بزم دہر جس سے ۔۔۔ معمور ہے بزم دہر جس سے
جس کا ہمسر نہیں ہے کوئی ۔۔۔ جس سے بڑھ کر نہیں ہے کوئی
ہوجاتی ہے بشر کو حاصل ۔۔۔ لیکن لازم ہے عشقِ کامل

۲۳

اے نسل بھرت کے رکن ممتاز ۔۔۔ اب تم کو بتاؤں گا میں یہ راز
کس وقت کے انتقال سے لوگ ۔۔۔ جو کرتے رہے ہیں عمر بھر جوگ
دنیا میں نہیں نزول کرتے ۔۔۔ قالب نہیں پھر قبول کرتے
یا رُخ کرتے ہیں سوئے پستی ۔۔۔ ہوتے ہیں اسیر دامِ ہستی

۲۴

آثار ہوں دن کے جب ضیا بیز ۔۔۔ جس وقت فضا ہو آتش انگیز
جب عہد اُجالے پاکھ کا ہو ۔۔۔ جس دور میں چاند چڑھ رہا ہو
جب شان عیاں کرے جلالی ۔۔۔ ششماہی نیّر[1] شمالی
ایسے میں اگر وفات پاجائے ۔۔۔ شاغل نقد نجات پاجائے

۲۵

* ڈالے شبِ تار جب ہو ڈیرا ۔۔۔ جب پاکھ جہاں میں ہو اندھیرا
ششماہیِ[2] دگر رواں ہو ۔۔۔ جب مہر جنوب ضوفشاں ہو
اس وقت کے مرنے والے جوگی ۔۔۔ دُنیا سے گذرنے والے جوگی
ہوکر مسرورِ تابشِ ماہ ۔۔۔ لیتے ہیں پھر اس جہان کی راہ

---

[1] سنسکرت اُترائن کے چھ ماہ جب سورج کا رُخ شمال کی جانب ہوتا ہے [2] سنسکرت دکشاین کے چھ ماہ جب سورج کا رُخ جنوب کی جانب ہوتا ہے
* ان دونوں اشلوکوں میں سنسکرت کے الفاظ کا لغوی ترجمہ منظوم ہے۔ مگر قلتِ الفاظ و قیود شعری کے باعث (بقیہ صفحہ ۹۳ پر)

۱۸

جب دن ہوتا ہے جلوہ آرا … غایب بنتا ہے آشکارا
مٹ جاتے ہیں عدم کے آثار … ہستی پاتی ہے چشم بیدار
پھر ہوتا ہے رات کا عمل جب … مٹتا ہے یہ دن کا سب خلل جب
اُٹھ جاتی ہے بساطِ ہستی … بس جاتی ہے عدم کی بستی

۱۹

ہے سلسلہ اس کا یونہی جاری … اے پارتھ یہ کائنات ساری
ظاہر ہو کر وجود پا کر … ہر صورت سے نمود پا کر
ناچار عدم کو ہے روانہ … بن جاتی ہے رات کو فسانہ
جب دن ہوتا ہے پھر ہویدا … اس میں ہوتی ہے جان پیدا

۲۰

جس کو غایب بنا چکا ہوں … جس کا پردا اُٹھا چکا ہوں
اعلیٰ اس سے بھی ذات ہے ایک … بالا اس سے بھی ذات ہے ایک
بیروں ز حد خیال ہے وہ … پوشیدہ ہے لازوال ہے وہ
ہمدوشِ فنا اگرچہ ہیں سب … کچھ اُس کو نہیں ہے اس سے مطلب

۲۱

ہستی وہ جو ہستی نہاں ہے … موسوم بہ نام جاوداں ہے
منزل جو ہے در خور رسائی … غایت سب کی ہے انتہائی
جس کو پا کر کوئی بھی ہستی … عازم نہیں پھر بسوئے پستی
ہے وہ اعلیٰ مقام میرا … صرف اس میں ہے قیام میرا

۱۴

اے پارتھ جو سب سے دل ہٹائے — تو صرف مجھی سے ہے لگائے
رکھتا ہے مری ہی یاد دایم — رہتا ہے اسی سے شاد دایم
وہ یوگ کے شغل میں ہے کامل — ہے لذّتِ وصل اس کو حاصل
پورا ہوتا ہے اس کا ارماں — مجھ تک ہے رسائی اسکی آساں

۱۵

از سرتاپا کمال بن کر — یوں مستِ مۓ وصال بن کر
جو دولتِ وصل پا چکے ہیں — بالکل مجھ میں سما چکے ہیں
پھر جسم کے عارضی مکاں میں — یعنی غم خانۂ جہاں میں
ہرگز نہیں آشکار ہوتے — ہستی سے نہیں دوچار ہوتے

۱۶

ہیں زیست کی جس قدر منازل — جن میں کہ ہے برہمہ لوک شامل
آنا جانا لگا ہے سب میں — جاری یہ سلسلہ ہے سب میں
گو سب ہیں مقامِ روحِ انساں — ہر اک سے ہے واپسی کا امکاں
جو مجھ میں مگر سما چکا ہے — اس غم سے نجات پا چکا ہے

۱۷

جوگی جو ہیں واقفانِ اسرار — ہیں وقت کے راز سے خبردار
آئینۂ دل ہے صاف ان کا — رکھتے ہیں شمار رات دن کا
جگ ہوتے ہیں جب ہزار پورے — دن برہمہ[1] کا اک ہیں سب گنتے
جگ اتنے ہی پھر ہیں جب گذرتے — اک رات ہیں یہ شمار کرتے

[1] عین نے برہم سے مراد لی ہے اور بعض نے برہما سے مہاتما تلک نے اور پنڈت ہانگی ناتھ مدن ایسے ذمہ دار مفسروں نے
ل کیا ہے۔ گیتا پریس گورکھپور نے برہما سے مراد لی ہے۔ میرے خیال میں یہاں ذاتِ خلق کو لا قیاسی تامت
رشن نے لفظ برہم ہی استعمال کیا ہے کیونکہ برہما سے کوئی خاص تعلق نظر نہیں آتا۔

ایضاً

ہو کر محوِ سکون کامل — بحرِ دل کو بنا کے ساحل
بے حد مضبوط اسے بنا کر — اس کی ہستی بیاں مٹا کر
اس کا کرتا ہوا تصوّر — از سرتا پا ہے جو تحیّر
جس کی ہستی ہے پاک و برتر — مل جاتا ہے اسی میں جا کر

۱۱

ویدوں کے رموز سے شناسا — کہتے ہیں جسے نہ مٹنے والا
صرف نہ ترک و جبر کامل — جس میں ہوتے ہیں اہلِ شاغل
ہر دم لئے جس کا دل میں ارماں — رکھتے ہیں برہمچرج انساں
درجہ ہے وہ مستیج توضیح — ہے مختصراً یہ اِس کی تشریح

۱۲

سب دروازوں کو بند کر کے — یہ طرزِ عمل پسند کر کے
ہر جانب سے ہٹا کے دل کو — اپنے مرکز پہ لا کے دل کو
لیجا کے نفس کو وسطِ سر میں — ٹھہرا کے نفس کو وسطِ سر میں
یوں کشتِ عمل میں بیج بو کر — یوں یکسینِ ریاض ہو کر

۱۳

صرف اوم کا ورد پاک رکھ کر — اِس شغل میں انہماک رکھ کر
اس کے رمزِ نہاں کا قائل — یعنی مری سمت دل سے مائل
دُنیا سے جو منہ کو موڑتا ہے — رشتہ ہستی سے توڑتا ہے
ملتی ہے اُسے نجات کامل — ہوتا ہے وہ روشناس منزل

۱؎ یعنی عمل تجرّد

۸

جب ہو جاتی ہے مشق کامل — کرتا نہیں رم اِدھر اُدھر دل
انسان مرکز پہ اس کو لاکر — اُس ہستی پر نظر جماکر
کوئی بھی نہیں ہے جس سے برتر — جو ہے حدِّ بیاں سے باہر
ہوجاتا ہے اُسی میں واصل — کر لیتا ہے نجات حاصل

۹

دل صدق طلب سے رکھ کے آباد — ہر دم کرتا ہے جو اُسے یاد
جس پر ہیں عیاں تمام اسرار — جو ہے ہر بات سے خبردار
جس کی نہیں ابتدا امقرر — جو حاوی و حکمراں ہے سب پر
جس کی ہستی لطیف تر ہے — یعنی دور از حدِ نظر ہے

ایضاً

دنیا کا ہے قیام جس سے — چلتا ہے یہ نظام جس سے
جو حدِّ خیال سے بروں ہے — جس سے ادراک سرنگوں ہے
جو ہے خورشید وش ضیا بار — جس سے پیدا ہیں لاکھ انوار
ظلمت کا گذر نہیں ہے جس میں — کچھ عیب دگر نہیں ہے جس میں

۱۰

مرد شاغل ارادت آثار — وہ عشق و فنا کا آئینہ دار
یوں سوز سے ساز رکھنے والا — دل اس میں گداز رکھنے والا
آتا ہے جب اجل کا پیغام — لیکر طاقت سے جوگ کی کام
ٹھہرا کے میان ہردو ابرو — کر لیتا ہے نفس کو یکسُو

۴

مجوب صفات ہیں جو اجسام   یعنی یہ جہان صورت و نام
ہونا جسے ایک دن ہے معدوم   ادھ بھوت کے نام سے ہے موسوم
اس کا جو ہے بنانے والا   ادھ دیو اس کا لقب ہے اعلیٰ
اور اس قالب میں فخرِ عالم   ادھ یگیہ مرا ہے اسمِ اعظم

۵

جب زیست جواب دے رہی ہو   جب جائزہ موت لے رہی ہو
رکھ کر اُس وقت اگر مرا دھیان   قالب کرتا ہے ترکِ انسان
ہوتا ہے مرے وجود میں غرق   رہتا نہیں مجھ میں اس میں کچھ فرق
ہر صورت سے نجات پا کر   مل جاتا ہے وہ مجھ سے آکر

۶

ترکِ قالب کے وقت انساں   ہو جس شے کا بھی دل سے خواہاں
ہوکر اس کی طلب کا پابند   اے کنتی کے جگر کے پیوند
ہوتا ہے اسی کا وہ سزاوار   پاتا ہے اسی کو آخرکار
لیکن ہے یہ شرط مرنے والا   پہلے سے رہا ہو اس کا جویا

۷

اس واسطے مجھ سے لو لگاکر   معبود اپنا مجھے بنا کر
ہو محوِ نبرد آزمائی   جب چھڑ ہی گئی ہے یہ لڑائی
تسلیم و رضا سے کام لیکر   نذرِ دل و عقل مجھ کو دے کر
دیکھو گے نہ خود سے دور مجھ کو   پا جاؤ گے تم ضرور مجھ کو

آٹھواں ادھیائے

ہستئ لازوال یعنی اکھشر برہم کی تعلیم

۱

ارجن نے سوال پھر کیا یہ — اظہار خیال پھر کیا یہ
اے پرشوتم[1] ہے برہمہ کیا شے — کیا اس سے مراد آپ کی ہے
کیا ہیں ادّھیاتم کے معانی — کیا کرم کا راز ہے نہانی
ادھ بھوت کی تہ میں بھید ہے کیا — ادھ دیو کا کیا ہے خاص منشا

۲

اے مدھ سودن ہے کون ادھ یگیہ — مشہور زمن ہے کون ادھ یگیہ
اس جسم میں کون جلوہ گر ہے — آخر یہ مکان کس کا گھر ہے
جو اپنے میں سما چکے ہیں — دل ایک طرف لگا چکے ہیں
کیسے کرتے ہیں آپ کا دھیان — اس جسم سے جب نکلتی ہے جان

۳

بولے بھگوان کرشن فی الفور — کچھ بھی جس کے سوا نہیں اور
جو حرف ہے اک نہ مٹنے والا — اس کو کہتی ہے برھمہ دنیا
ادھیاتم ہے زیست کا وہ جوہر — جو ہے ہر شے میں جلوہ گستر
پیدا جس سے ہے کل زمانا[2] — اس کو کہتے ہیں کرم دانا

[1] پرشوتم یعنی ذات برتر مراد بھگوان کرشن [2] کل زمانہ سے مراد تمام متحرک اور غیر متحرک اشیاء ہیں جن پر تمام عالم کائنات مشتمل ہے

۲۸

جن کے اعمال ہیں مگر نیک — مشہور زمانہ ہیں بشر نیک
وہ ترک گناہ کر چکے ہیں — پامال یہ راہ کر چکے ہیں
کچھ ان کو غرض نہیں دوئی سے — آزاد ہیں خوفِ گمرہی سے
ہوتی ہے جو ان کے قول میں جان — کرتے ہیں مجھے وہ یاد ہر آن

۲۹

ایمان جو مجھ پہ صرف لاکر — دامن میں مرے پناہ پاکر
بیتاب نجات کے لئے ہیں — کوشاں اس بات کے لئے ہیں
زنجیر حیات و موت ٹوٹے — اس دام سے مُرغِ روح چھوٹے
وہ ذات احد سے باخبر ہیں — عرفان و عمل سے بہرہ ور ہیں

۳۰

ادھبوت[1] جو مجھ کو جانتے ہیں — ادھ[2] دیو جو مجھ کو مانتے ہیں
ادھ یگیہ[3] میں کرتے ہیں نظارہ — میرے ہی وجود سرمدی کا
ان کو مری معرفت ہے حاصل — ہے ان کا وجود مجھ میں داخل
ہو نزع کا بھی اگرچہ ہنگام — رکھتے ہیں وہ میری یاد سے کام

نمبر ۱ و ۲ و ۳ ان الفاظ کی تشریح اگلے ادھیائے میں بھگوان سری کرشن جی نے بیان فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

۲۴
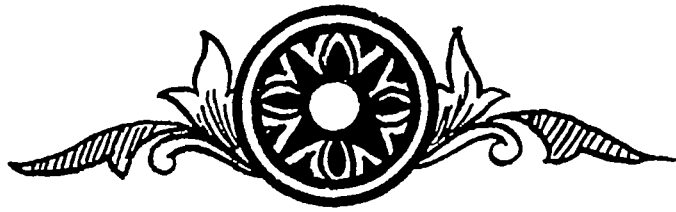
حالانکہ مجھے فنا نہیں ہے　　مجھ سے کوئی بڑا نہیں ہے
بالائے ظہور سربسر ہوں　　دور از حدّ دل و نظر ہوں
لیکن انسان ہیں جو ناداں　　ظاہر نہیں جن پہ رازِ پنہاں
مجھ کو مشہود مانتے ہیں　　یعنی محدود جانتے ہیں

۲۵

محجوب صفات عالم آرا　　ہستی نہیں میری آشکارا
لیکن غفلت پرست دُنیا　　اس مے سے خراب مست دُنیا
مجھ کو پہچانتی نہیں ہے　　میں کیا ہوں یہ جانتی نہیں ہے
میرا آغاز ہے نہ انجام　　مجھ کو دونوں سے کچھ نہیں کام

۲۶

ارجن بزمِ جہاں کے شیدا　　عہد رفتہ میں تھے جو پیدا
ہیں جو لذّت گُسار ہستی　　اس[۱] دور کے بادہ خوار ہستی
آئندہ وجود پائیں گے جو　　بزمِ ہستی میں آئیں گے جو
سب کا مجھے علم بالیقیں ہے　　میرا کوئی راز داں نہیں ہے

۲۷

رغبت کے اثر سے ایک جانب　　نفرت کے اثر سے ایک جانب
ضد ہے اک چیز دوسری کی　　جس سے ہے عیاں نظر دوئی کی
گمراہ اسی نظر سے ہوکر　　عاجز دل بے خبر سے ہوکر
ہر شخص ہے جہل میں گرفتار　　ہر سمت ہے جس کا گرم بازار

۱؎ اس دور سے مراد ہے عہد حاضرہ

۲۰

کونین کی راحتوں کے خواہاں
تمیز و شعور سے گریزاں
اپنی فطرت سے ہو کے مجبور
اپنی خصلت سے ہو کے مجبور
پابند طریق کار مخصوص
رکھ کر اپنا شعار مخصوص
ہیں دوسرے دیوتاؤں سے شاد
کرتے ہیں وہ اُن کی ہر نفس یاد

۲۱

دُنیا میں خوش اعتقاد انساں
لیکن اجر عمل کا خواہاں
جس کو چاہے اُسے کرے یاد
اپنے ہی عقیدے سے رہے شاد
لیکن میرا تو کام یہ ہے
دستور یہ انتظام یہ ہے
جو کچھ بھی کسی کا ہو عقیدہ
کردوں اُس کو میں اور پختہ

۲۲

لیکر پھر اسی عقیدہ سے کام
دیکر اپنا یہ فرض انجام
کرتا ہے وہ مرد باسعادت
اپنے معبود کی عبادت
لیکن اس کے معاوضے میں
حُسنِ خدمات کے صِلے میں
ہوتا ہے اُسے وہی مُیسّر
جو کچھ کرتا ہوں میں مُقرر

۲۳

انسان یہ کم شعور و کم بیں
پاتے ہیں جس صِلے میں تسکیں
وہ مثل حباب عارضی ہے
اک موجۂ آب عارضی ہے
جو اور کسی کے ہیں طلب گار
پاتے ہیں اُسے وہ آخر کار
لیکن جن کو ہے چاہ میری
ملتی ہے انہیں پناہ میری

۱۶

اے نسل بھرت میں خاص ممتاز — پیارے ارجن بلند اعزاز
ہیں میرے کرم کے جو طلبگار — قسمیں ان کی ہیں بس یہی چار
درمان غم و الم کے خواہاں — جویائے نشاط علم و عرفاں
خواہشمندانِ عیش دُنیا — عارف آزاد و بے تمنّا

۱۷

فایق عارف ہے سب پہ دراصل — رہتا ہے وہ میری ذات میں وصل
مست صہبائے عشق دایم — اپنے مرکز پہ ہے وہ قایم
عظمت میری وہ جانتا ہے — محبوب مجھے وہ مانتا ہے
میری آنکھوں کا ہے وہ تارا — جان و دل سے ہے مجھ کو پیارا

۱۸

اچھے انسان گو یہ سب ہیں — ممتاز ہیں مرد منتخب ہیں
میرا تو عقیدہ یہ مگر ہے — جو رازِ خفی سے باخبر ہے
ذات اس کی ہے خاص ذات میری — پیدا اس میں ہے بات میری
ہے اس کا سبب یہی کہ دایم — مجھ میں ہے وہ باکمال قایم

۱۹

پیدا کئی بار پہلے ہوکر — خلقت میں شمار پہلے ہوکر
جو شاہد ذات ہوچکا ہے — آگاہِ نکات ہوچکا ہے
میری منزل وہ پاگیا ہے — مجھ میں بالکل سما گیا ہے
تقدیس اسے ہے خاص حاصل — ملنا اس کا مگر ہے مشکل

۱۲

اسباب سکوں[1] ہیں مجھ سے پیدا — ہیں یہ مری ذات سے ہویدا
حرکت[2] کے عیاں ہیں مجھ سے آثار — میں نے ہی کیا ہے اس کو بیدار
بانی میں ہی جمود[3] کا ہوں — باعث اس کی نمود کا ہوں
حالانکہ یہ سب ہیں مجھ میں داخل — میں خود ان میں نہیں ہوں شامل

۱۳

یہ تین صفاتِ کار فرما — ہیں باعث گمرہیٔ دُنیا
نیرنگ[4] میں ان کے محو ہو کر — اس پھیر میں عقل و ہوش کھو کر
مجھ سے کہ جسے فنا نہیں ہے — دُنیا واقف ذرا نہیں ہے
ہستی میری بلند تر ہے — دُنیا مگر اس سے بے خبر ہے

۱۴

ہے خوب صفات کا یہ نیرنگ — اِس سحر سے عقل و ہوش ہیں دنگ
دُشوار گزار ہے یہ ایسا — آساں نہیں اس پہ غالب آنا
رہتی ہے مگر جنہیں مری فکر — کرتے ہیں مدام جو مرا ذکر
ہوتے ہیں وہ کامیاب منزل — ہے ان کو عبور اس پہ حاصل

۱۵

مسحور صفات ہیں جو انساں — گُل ہے جن کا چراغ عرفاں
شیطانی ہے سرشت جن کی — ہے عقل زبون و زشت جن کی
درجہ جن کا ہے پست و ادنیٰ — اعمال سیہ سے ہیں جو رسوا
رُخ میری طرف نہیں وہ کرتے — حاصل یہ شرف نہیں وہ کرتے

---

[1] ستوگن، [2] رجوگن، [3] تموگن، [4] مایا

٨

خورشید میں نور ماہ میں تاب | ہوں لے آرجن میں لذت آب
ہوں زبدۂ روزگار میں ہی | ویدوں میں ہوں اونکار[1] میں ہی
میں ہی آواز ہوں خلا میں | میرا ہی ظہور ہے صدا میں
مردوں میں ہوں مردمی کا جوہر | تابندہ مجھی سے ہے یہ گوہر

٩

ہوں ناف زمیں کی مشک بیزی | جلتی ہوئی آگ میں ہوں تیزی
جاندار جہاں میں ہیں یہ جتنے | ہے ان میں بقا کی شان مجھ سے
ہوں جوہر کائنات میں ہی | ہوں مادۂ حیات میں ہی
جو ہیں مرتاض باسعادت | میں ان میں ہوں صورت ریاضت

١٠

اے پارتھ تمام آفرینش | یہ خاص یہ عام آفرینش
پہلے تھی ہوئی مجھی سے آغاز | میں ہی اس کی بقا کا ہوں راز
میں صرف ہوں اصل اور سب نقل | ہے مجھ سے ہر اک عقیل میں عقل
ہیں مجھ سے ہی ملک و مال والے | شوکت والے جلال والے

١١

اے نیر خاندان بھارت | اے باعث عز و شان بھارت
ناواقف خاطر ہوسناک | لذات جہاں کی گرد سے پاک
میں روح روان زور ور ہوں | میں تاب توان زور ور ہوں
میں ہی شوق خوش ابتلا ہوں | ہر ذی روح میں خواہش بجا ہوں

ل اونکار یعنی اسم اعظم

۴

مٹی اور اس کے بعد پانی — پھر آگ کا پردہ نہانی
عالم بعد اس کے ہے ہوا کا — پھر گرہ محیط ہے خلا[1] کا
پھر ہیں دل[2] و عقل[3] سلسلہ آرا — ان کے آگے ہے ستر پندار[4]
ہیں یہ آٹھوں صفات میری — محجوب ہے ان سے ذات میری

۵

ارجن جو کروگے ان پہ تم غور — ادنیٰ انہیں پاؤ گے بہر طور
پر میری صفت اک اور بھی ہے — حاصل جسے خاص برتری ہے
بالاتر ہے مقام جس کا — مشہور ہے روح نام جس کا
جو وجہ قیام دو جہاں ہے — جو اصل نظام دو جہاں ہے

۶

یہ امر ہے جاننے کے قابل — یہ بات ہے ماننے کے قابل
ہوتی ہیں جب صفات یکجا — پڑتی ہے بنائے نظم دنیا
ہیں یہ ہر وقت برسرِ کار — ہستی ہے تمام انہیں سے بیدار
امکان مجھی سے ہے بقا کا — میں ہی مختار ہوں فنا کا

۷

یہ امر ہے طے شدہ دھننجے — مجھ سے بڑھ کر نہیں کوئی شے
کچھ بھی میرے سوا نہیں ہے — میں ایک ہوں دوسرا نہیں ہے
جس طرح سے ہار میں گندھے ہوں — موتی اک تار میں گندھے ہوں
اسباب جہاں ہیں نظم مجھ میں — یہ کون و مکاں ہیں نظم مجھ میں

---

[1] خلا یعنی آکاش [2] دل یعنی من [3] عقل یعنی بدھی [4] پندار یعنی آہنکار

ساتواں اُدھیائے

عِلمِ معرفت یعنی گیان وگیان کی تعلیم

۱

بھگوان ہیں محو خوش بیانی — فرماتے ہیں آپ گل فشانی
اے پارتھ دل اپنا مجھ کو دیکر — زیر دامن پناہ لے کر
شغل پیہم سے جوگ کے پاک — تم جیسے کروگے مجھ کو ادراک
اب حال سُنو بغور اس کا — کیا ڈھنگ ہے کیا طور اس کا

۲

وہ رازِ نہاں عیاں کروں گا — تفصیل اس کی بیاں کروں گا
علم مطلق ہے علم جس کا — امر برحق ہے علم جس کا
واقف اس سے بشر جو ہو جائے — اِک بار اس پر نظر جو ہو جائے
پھر کوئی نہیں ہے امر ایسا — رہ جائے جو آگہی سے تشنا

۳

ہونے کو تو لاتعد بشر ہیں — ایسے انسان کم مگر ہیں
ہے کسب کمال کام جن کا — ہے شغل یہی مدام جن کا
دُھن کے پکے جو مرد شاغل — کر لیتے ہیں منزلت یہ حاصل
ان میں بھی ہیں ایسے چند انساں — جن کو مرا واقعی ہے عرفاں

۴۴

پچھلے شغلوں سے اپنے مسحور — ہو کر ان کی کشش سے مجبور
بے خواہش و آرزوئے تکمیل — مائل ہوتے ہیں سوئے تکمیل
جو یوگ کے لطف کا ہے خواہاں — دل میں رکھتا ہے اس کا ارماں
طے کر کے حدود علم مطلق — وہ بھی ہوتا ہے واصلِ حق

۴۵

رہ کر شب و روز صرف تدبیر — توڑی ہے گُنہ کی جس نے زنجیر
پہلے کئی بار ہو کے پیدا — رہ کر راہِ عمل کا شیدا
جو کسب کمال کر چکا ہے — تزئین مآل کر چکا ہے
مِلتا ہے اُسے مقام اعلیٰ — رتبہ ہوتا ہے اس کا بالا

۴۶

کامل جو ریاض میں ہیں اکمل — جوگی ان سے کہیں ہے افضل
کیسا بھی کوئی بشر ہو فاضل — یوگی کو شرف ہے اُس پہ حاصل
بالوث عمل ہے جن کا مشرب — ان سے بھی سوا ہے اس کا منصب
ارجن بن جاؤ تم بھی جوگی — اس سے دنیا میں قدر ہوگی

۴۷

یوگی ہیں تمام یوں تو ممتاز — تسلیم شُدہ ہے ان کا اعزاز
ان میں بھی بڑی ہے بات انکی — مقبول ہے خاص ذات ان کی
جو پیرو جادۂ یقیں ہیں — لذّت چش بادۂ یقیں ہیں
جن کی مرے عشق سے ہے سیری — کرتے ہیں مُدام یاد میری

۴۰

بھگوان نے اب کیا یہ ارشاد — پیارے ارجن خجستہ بنیاد
گو ہیں یہ اسیرِ دامِ تقصیر — ناکام عمل شکستہ تدبیر
لیکن دُنیا ہو خواہ عقبےٰ — ذات ان کی فنا سے ہے مُبرّا
اعلیٰ کردار نیک افعال — ہوتے نہیں دو جہاں میں پامال

۴۱

جو یوگ میں رہ چکے ہیں ناکام — ہیں آدمی وہ بھی نیک انجام
مرنے پہ ہیں سوئے خُلد جاتے — اُس دنیا میں ہیں بار پاتے
کچھ روز وہاں قیام کر کے — میعاد اس کی تمام کر کے
پیدا ہوتے ہیں ان کے گھر میں — ملتے ہیں جو زر و گُہر میں

۴۲

ورنہ اِن جوگیوں کے گھر میں — دانا ہیں جو خلق کی نظر میں
محوِ سیرِ بہارِ ہستی — ہیں رہروِ رہگزارِ ہستی
لیکن اس قسم کی ولادت — تقدیرِ بشر کی یہ سعادت
فی الواقع ہے اک امرِ مُشکل — یہ فخر نہیں ہے سب کو حاصل

۴۳

یوں کر کے قبول بارِ ہستی — بن کر سرمایہ دارِ ہستی
تکمیلات گذشتہ سے شاد — ان سب کو بنا کے سنگ بنیاد
کرتے ہیں عمل کا قصر تعمیر — ہوتے ہیں دوبارہ صرفِ تدبیر
دل ان کا سکون تاکہ پا جائے — دُرِّ مقصود ہاتھ آ جائے

۳۶

میرا تو یہی ہے بس عقیدہ
ہر چند ہے مُرغ دل پریدہ
بس میں رہتے ہیں اس کے جو لوگ
اِن کی تقدیر میں نہیں یوگ
پھر بھی جو اس کے ہیں گرہ گیر
ہیں کر چکے اس بلا کو تسخیر
ہو کر مصروف سعی کامل
کر سکتے ہیں وہ یوگ حاصل

۳۷

ارجن نے کیا سوال اے کرشن
اے راہبر کمال اے کرشن
ایسے بھی جہاں میں کچھ ہیں انساں
جن کے دل میں ہے نور ایماں
لیکن تدبیر کی کمی سے
تنگ آ کے یہ اس کی برہمی سے
تکمیل میں جوگ کی ہیں ناکام
کیا ہوتا ہے آخر ان کا انجام

۳۸

اے مخزنِ طاقت اے قوی بال
ہوتا ہے بالآخر ان کا کیا حال
کیا وہ صبر و سکوں سے محروم
دشواری عشق حق سے مغموم
دین و دنیا کو اپنی کھو کر
دونوں چیزوں سے ہاتھ دھو کر
ہو جاتے ہیں تباہ ایسے
بادل مٹ جائیں پھٹ کے جیسے

۳۹

اے کرشن براہِ مہربانی
فرمائیے دور سرگرانی
ہیں دل پہ مرے گماں یہ غالب
تردید شکوک کا ہوں طالب
میری تسکین لازمی ہے
مجھ کو تلقین لازمی ہے
کرنے انہیں رفع جو بہر طور
کوئی نہیں آپ کے سوا اور

۳۲

یکساں سب کو جو مانتا ہے — اپنی مانند جانتا ہے
ارجن ظاہر ہے جس پہ یہ بات — سب میں پنہاں ہے ایک ہی ذات
جو سب کی خوشی کو جانے اپنی — ان کی تکلیف مانے اپنی
ہے اس شاغل کا بول بالا — سب جانتے ہیں اسی کو اعلیٰ

۳۳

ارجن نے دیا جواب اب یوں — محسن سے کیا خطاب اب یوں
ہے جوگ کا علم قابل داد — یکسانیت ہے اس کی بنیاد
اے مدھسودن یہ میں نے مانا — دل کا نہیں پھر بھی کچھ ٹھکانا
رہتا ہے یہ مدام بے کل — پڑتی ہی نہیں کبھی اسے کل

۳۴

اے کرشن یہ دل بڑا دنی ہے — ادراک سے اس کو دشمنی ہے
سرکش بیباک فتنہ پرداز — آتا ہی نہیں فساد سے باز
لیتا ہے یہ ضد سے کام دایم — رہتا نہیں اک جگہ یہ قایم
قبضہ اس پر بشر کا پانا — قابو میں ہے ہوا کو لانا

۳۵

بھگوان نے کی جو لب کشائی — پھر یوں راہِ عمل دکھائی
ارجن بیشک ہے ٹھیک یہ بات — جاری پیہم ہیں دل کی حرکات
پھنستا نہیں مُرغ یہ قفس میں — آتا ہی نہیں کسی کے بس میں
پھر بھی جو وہ ترک میں ہو کامل — ممکن ہے کہ قید کر سکے دل

۲۸

اس طرح سے حظّ شغل اُٹھا کر — خود اپنے پر نگہ جما کر
جو صورتِ شب سیہ نہیں ہے — بد مستِ مئے گنہ نہیں ہے
ہے رہرو راہ کامرانی — پاتا ہے وہ لطف جاودانی
ثمرہ جو وصالِ ذات کا ہے — یعنی حاصل نجات کا ہے

۲۹

جو یوگ میں وصل ہو چکا ہے — گم اس میں در اصل ہو چکا ہے
حاصل اُس کو ہے چشمِ عرفاں — رکھتا ہے نظر وہ سب پہ یکساں
جتنی بھی یہ ہستیاں ہیں مشہود — سب میں پاتا ہے خود کو موجود
رازِ وحدت سے آشنا ہے — سب کو اپنے میں دیکھتا ہے

۳۰

اس سیر سے ہے جو حظّ اُٹھاتا — ہر چیز میں ہے جو مجھکو پاتا
کرتا ہے جو مجھ میں سب کا دیدار — رکھتا نہیں غیر سے سروکار
مجھ میں اس میں نہیں ہے تمیز — دونوں ہیں در اصل ایک ہی چیز
اک حالتِ وصل بایقیں ہے — امکان فراق ہی نہیں ہے

۳۱

ہے یکتائی مقام جس کا — اک حال میں ہے قیام جس کا
میری وحدت کو آزما کر — مجھ کو موجود کل میں پا کر
مشغول جو میرے ذکر میں ہے — مصروف جو میری فکر میں ہے
کچھ بھی اس کا ہو طرزِ ہستی — حاصل اسے وصل کی ہے مستی

۲۴

ہر اک خواہش ہر اک تمنّا
ہوتی ہے خیال سے جو پیدا
پیچھا اس سے چھڑا کے اپنا
دامن اِس سے بچا کے اپنا
محصور حصار دل بنا کر
قابو میں حواس اپنے لاکر
جس میں نہ یہ سر اُٹھانے پائیں
حد سے باہر نہ جانے پائیں

۲۵

مشق اس کی رہے جو یونہیں جاری
رفتہ رفتہ ہو پُختہ کاری
کافور سب انتشار ہو جائے
دل کو حاصل قرار ہو جائے
نور ادراک سے منوّر
استقلالِ مزاج رکھ کر
ذاتِ برتر میں دل لگائے
یہ اور طرف نہ جانے پائے

۲۶

یہ مضطر و بیقرار و حیراں
سیماب آسا دل پریشاں
ہو مرغ صفت جدھر پریدہ
ہم رنگ غزال ہو رمیدہ
شاغل اسے روک کر اُدھر سے
اوجھل ہونے نہ دے نظر سے
ہو کر ہر طرح اُس پہ قادر
کر لے اُسے محو ذات آخر

۲۷

ہے جس کا سکوں سے آشنا دل
جو سوئے گنہ نہیں ہے مائل
ہر قسم کے انتشار سے دور
دل جس کا ہے اضطرار سے دور
مسرورِ خمار بادۂ حق
ہے مست وصال ذات مُطلق
ہوتا ہے فراغ اُسے مُیسّر
جس کا پایہ ہے سب سے برتر

۲۰

ہاں وہ حالت کہ قلبِ انساں — جس میں نہ ذرا بھی ہو پریشاں
آرام دوام پا چکا ہو — انعام یہ ہاتھ آ چکا ہو
شاغل پئے شغل جس میں دن رات — چشمِ دل سے ہو شاہدِ ذات
حاصل تسکینِ ذات کر لے — ساغر اس مے سے اپنا بھر لے

۲۱

پنجابِ حواس سے گزر کر — اِن دریاؤں سے پار اُتر کر
طے کر کے حدودِ عقل و ادراک — جس میں ملتی ہے راحتِ پاک
جس میں اک بار ہو کے ساکن — مردِ ہشیار ہو کے ساکن
کرتا نہیں ترک جادۂ حق — رہتا ہے نثارِ بابِ حق

۲۲

ہاں وہ منزل پہونچ کے جس پہ — ہوتا ہے خیال دل میں اکثر
کہتا ہے بشر یہ اپنے جی میں — ہے فائدہ کچھ تو بس اسی میں
ہاں وہ منزل کہ جس پہ جا کر — ایسا اعلیٰ مقام پا کر
پروا کرتا نہیں کچھ انساں — ہوں کیسے ہی رنج و غم کے ساماں

۲۳

بیگانگیِ غمِ آشنائی — اس منزلِ پاک پر رسائی
رو گردانی غم و تعب سے — مشہور ہے جوگ کے لقب سے
دل سے ایماں اس پہ لے آئے — اس سے انساں کبھی نہ گھبرائے
پیدا کر لے اعتقادِ کامل — مضبوطی سے ہو اُس پہ عامل

۱۶

دانستہ و دیدہ بالارادہ ہے جس کی غذا بہت زیادہ
خوراک قلیل یا ہے جس کی مقدار میں کم غذا ہے جس کی
یا جس کا ہے شغل خواب بسیار یا رہتا ہے زیادہ بیدار
ارجن انساں کوئی بھی ایسا ہرگز نہیں کامیاب ہوتا

۱۷

یہ یوگ کہ دافع الم ہے داروئے تعب دوائے غم ہے
ہوتا ہے فقط انہیں کو حاصل ہیں ایسے ہی لوگ اس کے قابل
باقاعدہ جن کی ہے ہر اک بات ہے جاگنے سونے میں مساوات
کھانا پینا مشقت آرام لیتے ہیں جو سب میں ضبط سے کام

۱۸

ہوتا ہے عیاں کمال انساں بندھتا ہے جب خیال انساں
ہوتا ہے جب اک جگہ پہ قایم رہتا ہے فنائے ذات دایم
اس وقت ہوس کی گرد سے پاک لذات جہاں پہ ڈال کر خاک
ہوتا ہے وہ کامران منزل پا جاتا ہے نشانِ منزل

۱۹

جیسے ہنگام بارش ضو یکسو رہ کر چراغ کی لو
جنباں نہ ہو بندش ہوائیں لرزاں نہ ہو بندش ہوائیں
بالکل اسی طرح سے وہ شاغل ہے جس کو سکونِ قلب حاصل
رہتا ہے فنائے قلزم ذات کرتا ہے بسر اسی میں اوقات

۱۲

یوں جب سرِ فرش بیٹھ جائے — دھیان ایک طرف فقط جمائے
ہو جائیں دل و دماغ یکسو — افعال حواس پر ہو قابو
بھٹکیں نہ ادھر اُدھر خیالات — ہرگز نہوں منتشر خیالات
مشغول مزاولت ہو شاغل — جس سے ہو صفائے قلب حاصل

۱۳

گردن سر پشت سب ہوں ہموار — جھکنے پائے نہ کوئی زنہار
جنبش نہ ہو جسم کو ذرا بھی — جاری رہے مشق ضبط دل کی
ڈھونڈھیں نہ اِدھر اُدھر کی راہیں — ہوں ناک کی نوک پر نگاہیں
اٹکیں تو وہیں پہ جا کے اٹکیں — پھر اور کسی طرف نہ بھٹکیں

۱۴

نفسِ حیواں کی گرد سے پاک — پابندِ تجرّد[1] اور بیباک
مسرورِ سکونِ قلب ہُشیار — مالک مرضی کا دل کا مختار
خاطر رکھے اپنی ہر طرح جمع — لو مجھ سے لگائے صورتِ شمع
اس طرح ہو بحرِ عشق میں غرق — مجھ میں اس میں نہ کچھ رہے فرق

۱۵

رہ کر مشغولِ شغل شاغل — ذات برتر میں ہو کے واصل
سر جادۂ ضبط دل کا سالک — اس مُلک کا بن کے آپ مالک
پاتا ہے وہ سکون کامل — کرتا ہے وہ سرور حاصل
جس کا منبع ہے ذات میری — یعنی جو ہے کائنات میری

---

[1] تجرّد یعنی برہمچریہ

۸

علمِ حق سے ہے جس کا دل سیر | جس کے سائے حواس ہیں زیر
جو اصلِ جہاں سے آشنا ہے | اُس کی تہ تک پہونچ گیا ہے
مٹّی سونا ہو خواہ پتھر | سب جس کی نظر میں ہیں برابر
عامل وہ بشر ہے برگزیدہ | کہتے ہیں سب اُس کو حق رسیدہ

۹

ہمدرد وانیس باوفا ہو | بیگانہ ہو خواہ آشنا ہو
ہو صلح پسند یا طرفدار | یا رشک وحسد میں ہو گرفتار
مردِ صالح ہو خواہ بدکار | ہو کوئی عزیز خواہ غمخوار
سب پر ہے نگاہ جس کی یکساں | بیشک ہے وہ مردِ فخرِ دوراں

۱۰

یوگی کے لئے ہے یہی زیبا | اِک کونے میں بیٹھ کر اکیلا
دِل جسم حواس سب پہ غالب | ہوکر نہ کسی بھی شے کا طالب
پابندیٔ مُدعا سے آزاد | دامِ بیم و رجا سے آزاد
رکھے شغل توازنِ دل | ہر طرح سے یوگ میں ہو کامل

۱۱

ہو ایسی جگہ نشست اس کی | جو آئینہ ساں ہو صاف ستھری
یہ بات بھی ہے بہت ضروری | نیچی ہو جگہ بہت نہ اونچی
اس طرح نشست پھر جمائے | پہلے سب سے کشا[1] بچھائے
ہو بیچ کا فرش مرگ چھالا | کپڑے کا ہو فرش فرشِ بالا

[1] کشا۔ یہ ایک خاص قسم کی گھاس ہے جس سے ہندوؤں میں عبادت کے وقت بیٹھنے کے لئے فرش بنایا جاتا ہے

۴

دیتا نہیں جب حواس کو دل ... ہوتا نہیں لذتوں میں شامل
بیگانہ ذکر و فکر انجام ... کرنے لگتا ہے جب ہر اک کام
اس وقت وہ محو ترک انساں ... نیرنگ خیال سے گریزاں
ہوجاتا ہے وصال منزل ... کرلیتا ہے کمال حاصل

۵

انساں کی ہے اس میں ہوشمندی ... خود ہی حاصل کرے بلندی
مائل نہ کبھی ہو سوئے پستی ... دیکھے ہرگز نہ روئے پستی
سود و بہبود کا سزاوار ... ہے خود اپنا یہ دوست وغمخوار
کرتا ہے زیاں یہ خود ہی اپنا ... ہے دشمن جاں یہ خود ہی اپنا

۶

مالک جو خود اپنی ذات کا ہے ... جس نے اسے فتح کرلیا ہے
ہے وہ اپنا ہی آپ بھائی ... کرتا ہے وہ خود بخود بھلائی
لیکن جو نہیں ہے خود پہ قادر ... ہے اپنی ہی معرفت سے قاصر
ناکارہ ہے خوار ہے دنی ہے ... اپنے سے خود اس کو دشمنی ہے

۷

گرما ہو کہ موسم زمستاں ... ہوں رنج کے یا خوشی کے ساماں
بے قدری ہو جہاں میں یا قدر ... بن جائے ہلال خواہ ہو بدر
ہر حال میں جس کا دل ہے قلیم ... رکھتا ہے سکوں سے کام دائم
وہ نفس کو فتح کرنے والا ... قائل ہے فقط وجود حق کا

چھٹا ادھیائے

تزکیۂ نفس یعنے آتم سنجم کی تعلیم

۱

ہو کر بے لوث فکر انجام — کرنے والے جو کرتے ہیں کام
از سر تا پا ہیں ترک کامل — در اصل ہیں جوگیوں میں شامل
بن کر دنیا میں ترک مشرب — رکھتا نہیں آگ سے جو مطلب
گو قائل کردنی نہیں ہے — ہرگز مرد غنی نہیں ہے

۲

ارجن جو اصول ترک کا ہے — اک نام عمل کا دوسرا ہے
رستے یہ جدا جدا نہیں ہیں — یکساں باہم یہ بالیقیں ہیں
آئینہ صفت یہ صاف ہے بات — جب تک نہ ہو تارک خیالات
عامل انساں نہیں ہے کوئی — کامل انساں نہیں ہے کوئی

۳

ہر اک حالت میں رہ کے یکساں — جو یوگ میں وصل کا ہے خواہاں
ہے اس عارف کے حق میں یہ خوب — عامل رہے بے نیاز مطلوب
اس شمع سے جس کو لو لگی ہے — انسب اس کے لئے یہی ہے
بحر دل ہو کبھی نہ مواج — ہاتھ آجائے سکوں کی معراج

۲۸

دل کو جس نے کیا ہے تسخیر　　ہے عقل و حواس کا عناں گیر
استغنا ہے پسند جس کو　　اک بار ہے قید و بند جس کو
خواہش سے ہے بلند و برتر　　ہے خوف و غضب سے دور یکسر
ہر وقت ہے محو حق گذاری　　حاصل اس کو ہے رستگاری

۲۹

ہر یگیہ میں نذر پانے والا　　تپ کی قسمت جگانے والا
بزم کون و مکاں کا مالک　　یعنی سارے جہاں کا مالک
برتر بالا بلند فایق　　صرف بہبودی خلایق
قائل جو مرے وجود کا ہے　　دل اس کا سکوں سے آشنا ہے

۲۴

حاصل جسے باطنی خوشی ہے　محو آرام دائمی ہے
معمور تجلّیٔ نہانی　ہے حشو کش علم جاودانی
وہ گامزنِ رہِ مساوات　ہوتا ہے فنا بجلوہ ذات
کرتا ہے وہ خاص بات حاصل　ہوتی ہے اُسے نجات حاصل

۲۵

جو گردِ گناہ دھو چکے ہیں　ہر طرح سے پاک ہو چکے ہیں
جو توڑ چکے ہیں وہم کی قید　جن کے دل میں دوئی ہے ناپید
لذّت چش خدمت خلایق　ہیں وقف محبّت خلایق
وہ اہل خبر ریاض پیما　ثمرہ پاتے ہیں وصل حق کا

۲۶

جو غیض و غضب سے دور تر ہیں　بیگانۂ خواہش ثمر ہیں
دل کی کشتی ڈبو چکے ہیں　عرفاں میں جو محو ہو چکے ہیں
داناؤں میں انتخاب ہیں وہ　ہر طرح سے کامیاب ہیں وہ
دور ان سے نہیں ہے منزلِ حق　بنتے ہیں وہ جزو ذات مطلق

۲۷

اموالِ بروں سے دل ہٹائے　اسباب زبوں سے دل ہٹائے
اس نقطہ پر نظر جما کر　اس شمع کی سمت لو لگا کر
جو ہے مابین ہر دو ابرو　ہوتی ہے جہاں نگاہ یکسو
انفاس کو اپنے ضبط کر کے　قایم اک ان میں ربط کر کے

۲۰

ہو کیسی ہی کوئی چیز مرغوب — کتنی ہی نگاہ میں ہو معیوب
رہتے ہیں اثر سے اِس کے آزاد — ہوتے نہیں اس کو پا کے بھی شاد
جو چیز نہیں قبولِ خاطر — رہتے ہیں اُسے بھی پا کے شاکر
ثابت ادراک، وہم سے دور — دایم ہیں وصالِ حق سے مسرور

۲۱

جو طالبِ دو جہاں نہیں ہے — لذّت کشِ این و آں نہیں ہے
مسرور ہے کیفِ باطنی سے — مخمور ہے کیفِ باطنی سے
ذاتِ مطلق میں ہو کے داخل — معراجِ عمل یہ کر کے حاصل
بن کر تصویر سیر کامی — پاتا ہے مسرت دوامی

۲۲

محسوسات و حواس باہم — کرتے ہیں جو لذّتیں فراہم
ملتا ہے بظاہر ان سے آرام — در اصل ہیں مصدرِ صد آلام
اِک سمت ہیں ابتدا سے محدود — اِک سمت ہیں انتہا سے محدود
ارجن! ان کا ہے کیا ٹھکانا — دیتے نہیں ان پہ جان دانا

۲۳

اس جسم کی انتہا سے پہلے — یعنی اپنی قضا سے پہلے
جو خواہشوں کو دبا چکا ہے — غالب غصّہ پر آ چکا ہے
دُنیا میں وہی ہے مردِ عاقل — کہتے ہیں اسی کو لوگ کامل
پیتا ہے مئے نشاط کے جام — حاصل اس کو ہے نقد آرام

۱۶

مقصود حقیقی دو عالم
قایم دایم سرورِ مطلق
ہوتا ہے عیاں ضرور ان پر
جن کے باطن کی تیرگی کا

معبود حقیقی دو عالم
اصل کونین نورِ مطلق
حق بینی ہے جنہیں میسّر
عرفاں سے ہے چاک چاک پردا

۱۷

عقل و ادراک جن کی در اصل
جن کے دل میں اسی کا ہے نور
دیتے ہیں جو اس کی چاہ میں دل
دھو جاتی ہے ان کی گردِ عصیاں

اُس غایت دو جہاں میں ہے وصل
جن کا باطن ہے اس سے معمور
جن کو اس کا ہے عشق کامل
ملتا ہے انہیں سرورِ عرفاں

۱۸

پابندِ اصولِ بردباری
پوشاک سے علم کی مُزیّن
یا کوئی بشر ہو زشت اعمال
ہاتھی ہو، گائے، ہو کُتّا

تصویرِ کمالِ انکساری
انساں کوئی خواہ ہو برہمن
جس کو کہتے ہیں لوگ چنڈال
سب ہیں یکساں بچشم بینا

۱۹

رکھتے ہیں جو مسلکِ مساوات
آزاد بغیر ترکِ قالب
ذات مُطلق ہے چونکہ بے عیب
رہتے ہیں اسی میں وصل دایم

ہے دل سے جنہیں پسند یہ بات
آجاتے ہیں دہر پہ وہ غالب
یکساں ہر حال میں ہے لاریب
جو ہیں یکسانیت میں قایم

١٢

بے لوث عمل ہے جس کا مشرب — جس کو نہیں کچھ صلے سے مطلب
ذات برتریں ہو کے واصل — کرتا ہے مزا سکوں کا حاصل
لیکن جو ہوس زدہ ہے انساں — ہے ثمرہ کی طلب میں حیراں
ہو جاتا ہے خود بخود وہ ناچار — افعال کی قید میں گرفتار

١٣

جس کا قبضہ حواس پر ہے — تارک فعلوں سے جو بشر ہے
اپنا دل ہے نہ ان میں دیتا — ہے کام نہ دوسروں سے لیتا
نو دروازہ ہیں جس مکاں میں — یعنی اس جلوہ گاہ جاں میں
سرمستِ مئے وصالِ بالذات — رہتا ہے بڑے مزے سے دن رات

١٤

جو ہے سارے جہان کا مالک — جو ہے کون و مکاں کا مالک
ہے گلشن فعل کا نہ مالی — فاعل کی بنا نہ اس نے ڈالی
کرتا ہے نہ خلق ثمرۂ فعل — ہے وہ دور از نتیجۂ فعل
جاری از خود یہ سلسلہ ہے — اک یہ فطرت کا معجزہ ہے

١٥

ذاتِ مطلق عیاں ہے سب میں — پیدا اس کا نشاں ہے سب میں
اس کو نہیں کچھ ثواب سے کام — اس کو نہیں کچھ عذاب سے کام
عرفان کی روشنی پر ایسا — ظلمت کا پڑا ہوا ہے پردا
جس سے دنیا کے سارے جاندار — ہیں دام میں جہل کے گرفتار

۸ و ۹

اسرارِ نہاں سے ہے جو آگاہ
چلتا رہتا ہے جوگ[۵۱] کی راہ

انسان وہ صرف دید رہ کر
وقفِ گفت و شنید رہ کر

چھوتے ہوئے "بے شمار اشیا"
رکھتے ہوئے شغل سونگھنے کا

محوِ خور و نوش، گرمِ رفتار
لیتے ہوئے سانس، خفتہ بیدار

وقفِ ترک و قبول ساماں
صرفِ بست و کشودِ مژگاں

فاعل سمجھے نہ خود کو زنہار
اس نکتہ سے رہے خبردار

مطلوب کی آرزو میں رہنا
مقصود کی جستجو میں رہنا

یہ کام فقط حواس کا ہے
اس میں نہیں خود وہ مبتلا ہے

۱۰

انساں جو تمام کام اپنے
ذاتِ مطلق کو نذر کر کے

لاتا نہیں لب پہ اجر کا ذکر
رکھتا نہیں کچھ مآل کی فکر

اس کو نہیں خوفِ بحرِ عصیاں
تر اس میں نہیں ہے اس کا داماں

پتّہ نہیں جس طرح کنول کا
رہ کر پانی میں بھیگ سکتا

۱۱

فاعل نہیں خود کو جو سمجھتے
اس پھیر میں جو نہیں اُلجھتے

لیتے ہیں وہ مردِ نیک انجام
دل، عقل، حواس، جسم سے کام

جس سے پیدا ہو بے ریائی
حاصل ہو بطون کی صفائی

مصروفِ طریقِ ترکِ کامل
کرتے نہیں خود کو اس میں شامل

[۵۱] جوگ یعنی بے لوث عمل کا طریق

۴

یہ سانکھ کی بے مثال تعلیم — یہ جوگ کی لازوال تعلیم
دونوں باتیں نہیں ہیں یکساں — ایسا کہتے ہیں طفل ناداں
لیکن جو ہیں عالم خرد ور — دونوں کو ہیں جانتے برابر
جو شخص ہے ایک میں بھی کامل — پھل ہے دونوں کا اس کو حاصل

۵

مقصود جو سانکھ یوگ کا ہے — جو کچھ عرفاں کا منتہا ہے
منزل وہی پاک جوگ کی ہے — عامل بھی اسی کا مدعی ہے
راہ عمل و طریق عرفاں — دونوں ہیں نظر میں جس کی یکساں
حاصل ہے فقط نظر اسی کو — سب کہتے ہیں دیدہ ور اسی کو

۶

بے لوث عمل کا ہو جو فقداں — رہرو اس کا نہ ہو جو انساں
اے زور ور و جری کمانڈر — ہے ترک عمل اک امر دشوار
ہوتا ہے جو کوئی مرد شاغل — بے لوث عمل کی سمت مائل
اس کو ملتی ہے دولت حق — ہوتا ہے وہ محو ذات مطلق

۷

بے لوث عمل میں ہے جو یکسو — رکھتا ہے جو دل کو زیر قابو
تسخیر حواس میں ہے کامل — ہے جس کو صفائے قلب حاصل
ہے جانتا محو حق پرستی — سب کی ہستی کو اپنی ہستی
گو ذالقہ عمل ہے چکھتا — لیکن نہیں اس سے لوث رکھتا

اوم
پانچواں اُدھیائے

ترکِ عمل یعنے سنیاس یوگ کی تعلیم

۱

ارجن بھگوان سے ہے گویا — رمز پنہاں کا یوں ہے جویا
کی ترکِ عمل کی پہلے تعریف — پھر فرمائی "عمل" کی توصیف
اے کرشن یہ آپ اب کریں طے — حاصل کسے ان میں برتری ہے
دیں آپ مجھے ہدایت نیک — فرمائیں طریق کار صرف ایک

۲

بھگوان نے یوں لب اپنے کھولے — ارجن کا سوال سُن کے بولے
افعال کی سمت سے بے نیازی — دور از کاہش عمل نوازی
دونوں میں نہاں ہے راز بہبود — دونوں سے ہے بہتری ہی مقصود
ثانی اوّل سے ہے مگر بیش — افضل دونوں میں ہے یہی کیش

۳

رغبت جس کا نہیں ہے شیوہ — نفرت جس کا نہیں ہے شیوہ
کرتا نہیں ان کی جو غلامی — ہے واقعی تارک دوامی
اے ارجن صف شکن قوی بال — اضداد سے جو نہیں ہے پامال
آسانی سے خود بخود وہ انساں — ہو جاتا ہے، رستگار دوراں

دل میں جو شکوک جاگزیں ہیں — وہ ثمرۂ جہل بالیقیں ہیں
تیغِ بُرّانِ معرفت سے — کردو ان سب کے ٹکڑے ٹکڑے
یوگ کا اس طرح سہارا — اس سے نہ ہٹے قدم تمہارا
بھارت اب شیر مرد ہو جاؤ — استادہ پئے نبرد ہو جاؤ

۳۸

کرتا ہوں بیان میں حقیقت
مشکوک نہیں ہے اس کی صحت

پاکیزگی بخشِ روحِ انساں
شے کوئی نہیں مثالِ عرفاں

جو یوگ میں ہوگیا ہے کامل
اصلی معنوں میں ہے جو عامل

جب وقت موافقت کرے گا
یہ راز وہ خود ہی جان لے گا

۳۹

اس راز کا جو کوئی ہے قائل
جو اس کی طرف ہے دل سے مائل

تسخیرِ حواس میں جو ہے فرد
اِس میداں کا جسے کہیں مرد

ہوتا ہے رموزِ حق سے آگاہ
کرتا ہے وہ طے یقین کی راہ

ہوکر اس طرح حق میں واصل
پا جاتا ہے سکون کامل

۴۰

جو آگہ رازِ حق نہیں ہے
گم گشتۂ جادۂ یقیں ہے

پابند شکوک ضعف بنیاد
ہوجاتا ہے تباہ و برباد

دُنیا اپنی بگاڑتا ہے
عقبیٰ اپنی بگاڑتا ہے

اُس کا اچھا نہیں ہے انجام
دیکھے گا کبھی نہ شکل آرام

۴۱

اے فتح نصیب اے دھننجے
جو راستہ کرکے جوگ کا طے

افعال سے ہاتھ اُٹھا چکا ہے
خود کو تارک بنا چکا ہے

دانائی سے کرکے قطع اوہام
لیتا ہے جو علم ذات سے کام

افعال اس کو نہیں ستاتے
پابند اپنا نہیں بناتے

۳۴

اہلِ عرفاں کو دے کے تعظیم
قدموں پہ جھکا کے فرقِ تسلیم
اس بارے میں قیل و قال کر کے
بے مکر و ریا سوال کر کے
ظاہر جو کرو ارادت ان سے
لو اجر ہیں واد خدمت ان سے
عرفاں کے رموز کر کے ظاہر
کر دیں گے وہ ان ہیں تم کو ماہر

۳۵

ہو جاؤ گے ان سے جب خبردار
پھر ہو گے نہ وہم میں گرفتار
جب یوں عقدہ کشائی ہو گی
اس زنداں سے رہائی ہو گی
ہے یہ جو تمام آفرینش
جس پر ہے نگاہ اہلِ بینش
اس کو دیکھو گے ظاہر و گم
اپنی اور میری ذات میں تم

۳۶

داغ کونین ننگ آفاق
عصیاں پرور گناہ میں طاق
کتنے ہی گناہگار ہو تم
کیسے ہی زبوں شعار ہو تم
عرفاں کے سفینہ دار ہو کر
اس کشتی پر سوار ہو کر
کر لو گے یم گناہ کو پار
آساں ہو گی مُہم یہ دشوار

۳۷

ارجن ایندھن کو جس طرح آگ
کرتی ہے جلا کے راکھ بے لاگ
عرفاں کی بھی آتش فروزاں
ہو کر تیزی سے شعلہ ساماں
کر دیتی ہے فنا سب افعال
ان کا پھر پھیلتا نہیں جال
افعال وہ بد ہوں خواہ ہوں نیک
عرفاں کی نگاہ میں ہیں سب ایک

۳۰

شاغل ایسے بھی کچھ ہیں دانا کھاتے ہیں جو قاعدے سے کھانا
لیتے ہیں وہ اعتدال سے کام دیتے ہیں یونہیں وہ یگیّہ انجام
اِس یگیہ میں کرتے ہیں وہ انساں انفاس انفاس ہی ہیں قرباں
رہتے نہیں اِس طرح گنہ گار وہ یگیّہ کے جانتے ہیں اسرار

۳۱

ارجن! آبِ حیات عرفاں ہر یگیّہ کا ہے ثمر نمایاں
کرتے ہیں جو اس کا شغل دن رات آخر ہوتے ہیں وصل الذات
لیکن جو شغل سے ہیں محروم انجام ان کا ہے خوب معلوم
دنیا ہی میں جب نہیں ہے آرام عقبیٰ کیا ان کے آئیگی کام

۳۲

اس یگیہ کی بے شمار اقسام تفصیل سے وید میں ہیں ارقام
مخرج ان سب کا ہے ہویدا بے لوث عمل سے ہیں یہ پیدا
اب تم ہو جاؤ اس سے آگاہ پیدا کر لو نجات کی راہ
ہو جائے شکست قید ہستی حاصل مئے وصل کی ہو مستی

۳۳

ساز و سامان دنیوی سے پورے ہوتے ہیں یگیّہ جتنے
ہر چند ہیں وہ عمل کے لایق شغل عرفاں ہے ان پہ فایق
ارجن افعال جس قدر ہیں ظاہر وہ سب اہل عقل پہ ہیں
شغل عرفاں ہے ان کا سرتاج ہر فعل کی بس یہی ہے معراج

۲۶

نطق و سمع و بصر و غیرہ — ہیں ظاہری جو حواس خمسہ
ان کو کچھ اہل شغل ہشیار — کر دیتے ہیں ضبط کر کے فی النار
محسوسات بشر ہیں جلنے — شاغل بے لوث اکثر ان سے
دیتے رہتے ہیں یگیہ انجام — پہونچاتے حواس کو ہیں آرام

۲۷

محو تادیب نفس ہوکر — صرف تہذیب نفس ہوکر
عرفاں سے مٹا کے صورت فصل — روشن فرما کے آتش وصل
کرتے ہیں کچھ اہل شغل ہشیار — افعال حواس اس میں فی النار
کرتے ہیں وہ باشعور انسان — انفاس بھی اپنے اس میں قربان

۲۸

یکسو، بے لوث، چست، با مرد — استقلال ارادہ میں فرد
کچھ لوگ امیر و فارغ البال — قرباں کرتے ہیں دولت و مال
کچھ رکھتے ہیں مسلک مساوات — کچھ کرتے ہیں گر ریاض دن رات
کچھ پڑھتے ہیں گر صحیفہ پاک — کچھ ہوتے ہیں وقف علم ادراک

۲۹

انساں ایسے بھی کچھ ہیں پیدا — کرتے ہیں جو شغل حبس دم کا
اس دم کی مقررہ ہیں اقسام — آتی ہیں جو شغل حبس میں کام
اندر ہے ایک آنے والی — باہر ہے ایک جانے والی
شاغل دونوں کو جمع کر کے — ہیں ضبط کی راہ سے گزرتے

۲۲

آسودہ بحقِ کار بے لوث | جو ہے محنت گذارِ بے لوث
بالائے حدودِ تنگِ اضداد | قیدِ رشک و حسد سے آزاد
ہوتا نہیں فتح سے جو شاداں | یا رنج شکست سے پریشاں
عامل بن کر بھی وہ خردمند | ہوتا نہیں خود عمل سے پابند

۲۳

ہے ترک طریق کار جس کا | ہے صبر و سکوں شعار جس کا
رہتا ہے جو محو ذات دایم | دل جس کا ہے علمِ حق میں قایم
گو بہرِ حصولِ رستگاری | رکھتا ہے مشاغل اپنے جاری
اس کے افعال ہو کے معدوم | ہو جاتے ہیں اثر سے محروم

۲۴

کرتا ہے جو شغل اس کا دمساز | جس سے ہوتا ہے یگیہ آغاز
اس کی تکمیل کے سب اسباب | صدقہ[۱] ہو کہ آتش جہانتاب[۲]
سب میں پیدا ہے جلوۂ حق | ہیں یہ دراصل ذاتِ مطلق
اس یگیہ میں ہو کے محوِ شاغل | ہوتا اسی ذات میں ہے واصل

۲۵

اکثر جوگی عمل کے شایق | بہر بہبودیٔ خلایق
کرتے ہیں یہ خواہش ثمر یگیہ | (ق) ہوتا ہے یہ ان کے نام پر یگیہ
ارکانِ جہاں جو ہیں ازل سے | ہوتے ہیں جو شاداں عمل سے
لیکن شاغل جو بے رجا ہیں | عرفان کی آگ میں فنا ہیں

[۱] صدقہ یعنی آہوتی [۲] آتش جہانتاب یعنی اگنی۔

۱۸

دُنیائے خودی سے ہاتھ اُٹھائے
جو "ترکِ عمل" "عمل" میں پائے

جس کے لئے "ترک ہی" "عمل" ہو
عرفاں جس کو یہ بے خلل ہو

وہ انسانوں میں باخبر ہے
ذی ہوش و خرد ہے دیدہ ور ہے

ہے پیرو مسلکِ طریقت
مردِ عامل ہے درحقیقت

۱۹

بندہ جو نہیں کسی غرض کا
بیمار نہیں جو اس مرض کا

جس کے دل کا ورق ہے سادہ
کرتا ہے جو کام بے ارادہ

اس کے افعال اور کردار
ہیں آتشِ معرفت سے فی النّار

ہر اک رازِ عمل سے واقف
دانا کی نظر میں ہے وہ عارف

۲۰

ثمرہ کی ہوس سے ہیں جو بے لاگ
جلتی نہیں جن کے دل میں یہ آگ

آسودہ و مائلِ مساوات
ہر دم محوِ سُرورِ بالذّات

محدود نہیں ہے جن کا امکاں
جن کو نہیں احتیاجِ دوراں

گو راہِ عمل سے ہیں گزرتے
دراصل نہیں وہ کچھ بھی کرتے

۲۱

ثمرے کا مزہ نہیں جو چکھتا
اُمید اِس کی نہیں جو رکھتا

ہے ضابطِ جسم و دل جو انساں
حاصل جسے ذات کا ہے عرفاں

لذّات کے ترک کر کے اسباب
سب طاق پہ ایسے دھر کے اسباب

کرتا ہے فقط وہ جسم سے کام
آتا نہیں اس پہ کوئی الزام

۱۵

عہد ماضی کے مرد کامل	عارف آزاد صاحب دل
آگاہ تھے جادۂ عمل سے	سرمست تھے بادۂ عمل سے
تم بھی یہ طریق اب بدل کر	اُن کے نقش قدم پہ چل کر
یکتا ہو جاؤ فرد بن جاؤ	میدانِ عمل کے مرد بن جاؤ

۱۶

کیا ترکِ عمل، عمل ہے کیا چیز	دشوار بہت ہے اس کی تمیز
اکثر دنیا کے دانش آگاہ	اس پھیر میں ہو چکے ہیں گمراہ
اب راز تمہیں بتا دوں گا میں	شہ راہ عمل دکھاؤں گا میں
جس سے ہوگا بخیر انجام	ہو جائیں گے دل سے دور آلام

۱۷

کیا واقعی ہے "عمل" کی صورت	ہے اس کے سمجھنے کی ضرورت
کیا "ترک عمل" کے ہیں حقائق	باتیں ہیں یہ سوچنے کے لائق
پھر "ناجائز عمل" ہے کیا چیز	اس کی بھی ہے ناگزیر تمیز
ہے ان باتوں پہ غور کرنا	گہرے دریا کے پار اُترنا

(بقیہ صفحہ ۴۹) جدت طرازی معلوم ہوگی۔ کیونکہ اشلوک میں اس کا ذکر نہیں ہے لیکن دراصل گن اور کرم (سرشت اطوار) ایک ارتقائی منزل کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ "تقسیم یہ سب ہے ارتقائی" "محض" ذی روحوں کی ہیں منزلیں چار" کا اعادہ ہے تفصیل ہے اور مترجم کی جدت طرازی کا نمونہ یا شرح اضافی نہیں ہے ۱۳ یہ دو شعر اشلوک کے دوسرے مصرعہ کا ترجمہ ہیں، اور یہ ترجمہ اس شرح پر منحصر ہے جو شارحین کی اکثریت نے کیا ہے۔ دیگر شارحین کے خیال کے مطابق اس کا ترجمہ حسب ذیل ہو سکتا ہے ؎

افعال کا گو نہیں میں بانی :: ہستی میری ہے جاودانی :: یہ سب تقسیم ہے مرا کام :: میں نے ہی دیا ہے لیکن انجام

۱۴۳

ارجن حسب سرشت و اطوار — ذی روحوں کی ہیں منزلیں چار[۵۱]
ہیں میں نے ہی یہ حدیں بنائی — تقسیم یہ سب ہے ارتقائی[۵۲]
گو میں[۵۳] نے رکھی ہے اس کی بنیاد — ہوں قید عمل سے پھر بھی آزاد
سمجھو نہ مجھے تم اس کا بانی — ہستی میری ہے جاودانی

۱۴۴

بے لوث حوائج عمل سے — بے فکر نتائج عمل سے
کرتا نہیں جستجو میں اس کی — رکھتا نہیں آرزو میں اس کی
مرد آگاہ جو بشر ہے — اس راز نہاں سے باخبر ہے
اس غم میں نہیں وہ جان کھوتا — پابند نہیں عمل سے ہوتا۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۸) ان کے مدِ نظر تھیں۔ جن میں سے ہر انسان کو گزرنا پڑتا ہے۔ اسی لئے کسی شخص کو بھی محض اس وجہ سے "مایوس تکمیل" نہ ہو جانا چاہیئے کہ اس کی موجودہ ارتقائی حالت پست ہے۔ سری کرشن جی کا ارشاد ہے کہ اس کی موجودہ ارتقائی حالت اس غیر محدود ارتقائی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جس میں سے ہر انسان کو گزرنا پڑتا ہے۔ سری کرشن جی کا "میرا طریق" یہی غیر محدود ارتقائی سلسلہ ہے جو تعلق جزو کا کل سے ہے وہی کسی انسان کے ذاتی مسلک یا طریق عمل کا کرشن جی کے "میرے طریق" سے ہے اور اسی لئے غالباً یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ ۵ ہے سب کی نظر نگاہ میری ؛ طے کرتے ہیں یہ راہ میری

[۵۱] برن کا ترجمہ میں نے منزل کیا ہے۔ کیونکہ تمام خلقت کی تقسیم ارتقائی حالات کے مطابق ہے۔

[۵۲] اشلوک سے کہیں نہیں ظاہر ہے کہ برن کی تقسیم صرف انسانوں سے متعلق ہے۔ حالانکہ سوامی شنکرا چاریہ وغیرہ مختلف شارحین نے اس کا اطلاق صرف انسانوں پر کیا ہے، اور اسمیں برہمن، ویش، چھتری اور شودر کے درجے قایم کئے ہیں۔ یہ تقسیم قدرتی ہے۔ جیسا کہ خود سری کرشن جی کا ارشاد ہے۔ انسان کی مقرر کردہ نہیں ہے۔ حالانکہ انسان میں بعض ایسی خصوصیات قدرت نے مہیا کی ہیں جو دوسرے ذی روحوں میں نہیں پائی جاتیں لیکن ارتقائی تقسیم کا اصول عالمگیر ہے اور تمام مخلوقات پر عائد ہوتا ہے۔ میں نے بھی اسی نظریہ کے مطابق ترجمہ کیا ہے، اور اس کی تائید برن دھرم کے متعلق سوامی دیانند جی بی۔ اے مرحوم سابق اُپدیشک بھارت دھرم مہامنڈل کے ان ارشادات سے ہوتی ہے جو موصوف نے اپنی قابل قدر تصنیف دھرم کلپدرم، یا ستیارتھ دویک میں کی ہے مہاتما گاندھی بھی برن دھرم کو ایک لازوال قدرتی اصول مانتے ہیں[۵۲] "تقسیم یہ سب ہے ارتقائی" غالباً یہ مترجم کی (بقیہ صفحہ ۵۰)

۱۲

ہیں رکن جو دفتر جہاں کے	ناظم ہیں زمین و آسماں کے
کرتے ہیں پرستش ان کی انساں	ہوکر اجر عمل کے خواہاں
اور اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے	یہ حرف ہے وہ جو حک نہیں ہے
کرتے ہیں وہ مست کامرانی	نظّارۂ روئے شادمانی

(نوٹ صفحہ ۴۷) اس اشلوک کے ترجمہ میں بڑی دقّت واقع ہوئی ہے۔ دراصل مختلف شارحین نے اس کا ترجمہ مختلف طور پر کیا ہے۔ پنڈت دینا ناتھ جی مدن متخلص بہ متجز نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے ع حسب نیّت سب کو میں دیتا ہوں فعلوں کا ثمر، ساری دنیا کرتی ہے پیروی میرا ہی کا سفر یہ ترجمہ بظاہر بہت صاف معلوم ہوتا ہے لیکن سری ارس نراین سوامی کی شرح مختلف ہے سوامی جی نے تفسیر میں اس کے مفہوم کو واضح طور پر سمجھانے کی کوشش کی ہے مسز اینی بسنٹ اور مسٹر برکس کے ترجمہ میں (مسٹر برکس کا ترجمہ منظوم ہے) اس کا مفہوم وہی سمجھایا گیا ہے جو یہاں نظم کیا گیا ہے۔ مہاتما گاندھی جی نے اپنی تفسیر میں اس کی صورت ہی بدل دی ہے۔ وہ ترجمہ میں یوں ارشاد فرماتے ہیں "کوئی ایشوری قانون کا انگھن (عدم پیروی) نہیں کرسکتا جیسا بوتا ہے ویسا کاٹتا ہے جیسی کرنی ویسی پار اُترنی۔ کرم (عمل) کے نیم (ضابطہ) میں اپاد (نقص) نہیں ہے۔ سب کو سماں ارتھات اپنی یوگیتا کے انوسار پھل ملتا ہے (سب کو یکساں اپنی قابلیت کے مطابق ثمرہ اعمال ملتا ہے)" گیتا پریس کے شایع کردہ ترجمہ کے مطابق اس کا مفہوم حسب ذیل ہے

"اے ارجن جو میرے کو (مجھ کو) جیسے بھجتے ہیں (جس طرح یاد کرتے ہیں) میں بھی اُن کو ویسے ہی بھجتا ہوں (یاد کرتا ہوں) (اس راز کے بہرہ ور ہونے پر) بدھمان منشیہ گن (عقلمند آدمی) سب پرکار سے میرے مارگ کے انوسار برتتے ہیں (ہر طور سے میرے طریق کی پیروی کرتے ہیں)" تمام اشلوک کے صحیح معنوں کا دارومدار لفظ "میرے طریق" کی شرح پر ہے۔ میں نہایت تعظیم کے ساتھ مہاتما گاندھی کی شرح سے اختلاف ظاہر کرتا ہوں۔ کیونکہ اصلی اشلوک کے کسی لفظ سے یہ معنی پیدا نہیں ہوتے، اور نہ ان سے گمراہوں کی تسکین کے لئے اُمید افزا صورت ظاہر ہوتی ہے۔ میرے عقیدے کے مطابق اس اشلوک کا جو مفہوم ہے اس کا اطلاق جامع طور پر ہوسکتا ہے اگر ہم ہر عقیدے اور ہر طریق کو بھگوان کرشن کے ارشاد کے مطابق یزدانی ہدایت یا "قدرتی طریقہ" مان لیں تو اس سے تمام دُنیا کے مذہبی مناقشات کا ایک نہایت تسکین بخش حل دستیاب ہوجاتا ہے۔ اگر ہر انسان کا طریق عمل قدرتی طریقہ سمجھ لیا جائے تو کسی طرح کی تبلیغ یا مذہبی تبدیلی کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور موجودہ زمانہ کا نظریہ "انفرادی آزادی" مستحکم ہوجاتا ہے۔ میرے خیال میں یہی صحیح پیغام عمل ہے۔ اس کے مطابق دہریت پرست، خداپرست، کافر، مومن، عیسائی، مسلمان غرضکہ ہر عقیدے کو "نجات" یا بالفاظ دیگر "تسکین دوامی" کا درس ملتا ہے۔ سری کرشن جی کا خطاب صرف خداپرستوں یا بالخصوص کسی خاص عقیدے کے خداپرستوں کی طرف نہیں ہے۔ غالباً جب سری کرشن جی نے یہ ارشاد فرمایا تھا اس وقت انکی تمام پچھلی ارتقائی منزلیں (سلسلہ کے لئے صفحہ ۴۹)

٭ دفتر جہاں کے رکن سے مُراد ہے دیوتا۔

۸

قایم رہے جس سے فرض کی شان — مُنھ موڑ سکے نہ اس سے انسان
حفظ مردانِ بے ریا کو — آئینہ طرازی صفا کو
زشت اعمالوں کی نیستی کو — بربادی مسکن بدی کو
ہوتا ہوں زمانے میں نمودار — کرتا ہوں میں قدرتوں کا اظہار

۹

یوں ذائقۂ حیات چکھنا — پھر راہِ عمل میں پاؤں رکھنا
دونوں باتیں مری ہیں اعجاز — ان کا بیشک عجیب ہے راز
ہوکر اس راز سے شناسا — کرتے ہیں جو ترک جسم اپنا
رہتے نہیں دامِ زلیست میں قید — رل جاتے ہیں مجھ میں ہوکے ناپید

۱۰

لذاتِ جہاں سے دور و بیباک — رہ کر غصّہ کی گرد سے پاک
ہر اِک جانب سے دِل ہٹاکر — یعنی مری ذات میں سماکر
تسلیم و رضا میں بیش از بیش — اکثر اصحاب معرفت کیش
اپنی ہستی مٹا چکے ہیں — میری منزل کو پا چکے ہیں

۱۱

مجھ سے ملنے کی آرزو میں — میری منزل کی جستجو میں
جس سمت ہیں لوگ دل لگاتے — مُجھ کو اُسی سمت سے ہیں پاتے
ارجن مگر آدمی ہیں جتنے — ہیں سب کے جُدا جُدا طریقے
ہے سب کی نظر نگاہ میری — طے کرتے ہیں یہ[۱] راہ میری

[۱] دیکھو نوٹ صفحہ ۸۴ پر۔

۴

ارجن نے کہا کہ "ہوں میں حیران"
یہ کیا فرمائے ہے ہیں بھگوان
ودسوان تو ہو چکے تھے پیدا
جب آپ نہیں ہوئے تھے پیدا
ہے چونکہ مؤخر آپ کی ذات
آتی نہیں کچھ سمجھ میں یہ بات
کس طرح بہ عہد ابتدائی
یہ روشنی آپ نے دکھائی

۵

بولے بھگوان اے پرنتپ[۱]
ارجن ذی شان اے پرنتپ
اس زیست سے پیشتر کئی بار
ہم تم دونوں بشر کئی بار
دنیا میں وجود پا چکے ہیں
بار ہستی اٹھا چکے ہیں
گو تم کو ہے خواب یہ فراموش
مجھ کو اس کا ہے آج تک ہوش

۶

رکھتا ہوں وجود سرمدی میں
پیدا ہوتا نہیں کبھی میں
بانی بزم حیات کا ہوں
مالک کُل کائنات کا ہوں
پھر بھی فطرت پہ آکے غالب
کرتا ہوں میں اختیار قالب
پیش آتی ہے جب کوئی ضرورت
کرتا ہوں قبول شکل و صورت

۷

رہتی نیکی کی جب نہیں قدر
بن جاتا ہے ہلال یہ بدر
بڑھ جاتا ہے بدی کا امکاں
سرکش ہوتا ہے جب یہ طوفاں
رہتا نہیں کوئی آگہ فرض
دنیا ہوتی ہے گمرہ فرض
جب بڑھ جاتی ہے خود پرستی
ہوتا ہوں عیاں بقید ہستی

---

[۱] پرنتپ یعنی ارجن

اوم

چوتھا ادھیائے

عارفانہ ترکِ عمل یعنے گیان کرم سنیاس کی تعلیم

۱

جاری سری کرشن کی ہے تقریر — یہ جوگ کی لازوال جاگیر
ودسوان[1] کو میں نے پہلے دی تھی — مجھ سے انہیں روشنی ملی تھی
ودسوان نے کی جو رہنمائی — دولت یہ منّو کے ہاتھ آئی
شفقت کی منّو نے جب نظر کی — آئینہ یہ اکشواک پر کی

۲

اولاد میں اس کی سلسلہ وار — سب تھے اس علم سے خبردار
لایق، فایق، رئیس ممتاز — ہر راج رشی تھا آگہ راز
پلٹا دورِ زماں پھر ایسا — بدلا رنگ جہاں پھر ایسا
بے نام و نشاں یہ ہوگیا علم — دُنیا سے نہاں یہ ہوگیا علم

۳

یہ علم قدیم و جاودانی — ہر چند ہے راز اک نہانی
میں نے تمہیں کیہ بتادیا آج — پردہ اِس کا اٹھادیا آج
تھا صرف تعلقات کا پاس — رہبر تھا یگانگی کا احساس
ہمدم، محسن، رفیق، غم خوار — تم ہو مرے معتقد نکوکار

---

[1] اصل لفظ ودسوان یا دوسرت بوزن نگہبان ہے۔ ضرورت شعری کے باعث ودسوان بوزن ایمان استعمال کیا گیا ہے۔

۴۰

دل، عقل، حواس گھر ہیں جس کے　　سب مسکن و مستقر ہیں اس کے
پھیلا کے ہمیشہ دام اپنا　　لیکر یہ انہیں سے کام اپنا
عرفاں کے لئے حجاب بن کر　　ابرِ تہِ آفتاب بن کر
کرلیتی ہے اثر میں اپنے　　ساکن کو دیارِ عنصری[1] کے

۴۱

سرکردۂ خاندانِ بھارت　　اے نازشِ دودمانِ بھارت
تسخیر حواس کرکے پہلے　　اِس منزل سے گزر کے پہلے
کر دو نقشِ ہوس کو برباد　　باقی نہ رہے گنہ کی بنیاد
عقل و دانش کی ہے یہ رہزن　　علمِ عرفاں کی ہے یہ دشمن

۴۲

کہتے ہیں یہ اکثر اہلِ تمیز　　دنیا میں حواس ہیں بڑی چیز
دل کو ان پر بھی فوقیت ہے　　یہ وجہ قیامِ شش جہت ہے
ادراک کو دل پہ ہے فضیلت　　حاصل اس کو ہے خاص عظمت
لیکن اکمل ہے ذاتِ مطلق　　سب سے افضل ہے ذاتِ مطلق

۴۳

ارجن تم ہو شجاعِ دوراں　　کرلو باور یہ رمزِ پنہاں
ادراک سے ہے گو ثنا کے لایق　　ذاتِ مطلق ہے اُس پہ فایق
حاکمِ اقلیمِ دل کے ہوکر　　مالک دہیم دل کے ہوکر
دامانِ ہوس کو چاک کردو　　اس گھر کو جلا کے خاک کردو

---

[1] گیتا میں لفظ دیہہ استعمال کیا گیا ہے جس کا ترجمہ شارحین نے جیو آتما یا روحِ صغیر کیا ہے۔ اس چیز کو خواہ کسی بھی نام سے موسوم کریں۔ بہرحال اس کا قیام جسم میں ہے اور اسی سے نظم میں "دیارِ عنصری کا ساکن" منضبط کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔

۳۶

ارجن نے کہا یہ ہو کے حیران یہ تو فرمائیں کرشن بھگوان
جب خود ہی نہیں ہے اس کا خواہاں مائل بہ گناہ کیوں ہے انساں
شاید میرا خیال ہے ٹھیک ہے کوئی یہ غائبانہ تحریک
جس سے مجبور ہو کے ناداں کرتا ہے پسند راہِ عصیاں

۳۷

لذاتِ[۵۱] جہاں پہ جان دینا قہر و غصّہ[۵۲] سے کام لینا
حرکت یکساں ہے ان کا مخرج ہو کر دونوں اسی سے منتج
تحریکِ گناہ کا سبب ہیں اعمالِ سیاہ کا سبب ہیں
سیری سے ہیں دور تر دنی ہیں مائل بہ شعار دشمنی ہیں

۳۸

شعلہ جس طرح کوئی پُر نور ہو چار طرف دھوئیں سے محصور
آئینہ پُر آب جیسے کوئی آلائش گرد سے ہو مخفی
جھلّی ہو غلاف ہلکا ہلکا جس طرح سے تکیۂ حمل کا
بالکل اسی طرح علمِ عرفاں پردہ میں ہے ہوس[۵۳] کے پنہاں

۳۹

امکانِ ہوس کی حد عیاں ہے عاقل کے لئے عدوئے جاں ہے
ہے یہ وہ مرض جو ہے دوامی مذموم ہوس کی ہے غلامی
پردہ دانش پہ ڈالتی ہے کس بل اس کا نکالتی ہے
یہ چیز جہاں میں ہے نرالی ہے آگ کبھی نہ بجھنے والی

---

[۵۱] یہ تشریح لفظ کام کی ہے۔ عام طور پر لوگ کام کے معنی جذبات شہوانی سمجھتے ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ ایک وسیع اور جامع لفظ ہے جس سے مراد ہر قسم کی لذت دنیوی ہے اسے سیر کام ہونے کی تمنا ہے [۵۲] تشریح ہے لفظ کرودھ کی۔

۳۲

جو نقصِ نظر سے ہو کے مجبور
رہتے ہیں مرے طریق سے دور
بینا نہیں دیدہ ور نہیں ہیں
عالم نہیں باخبر نہیں ہیں
چلتے ہیں اگرچہ علم کی راہ
حاصل سے نہیں ہیں اُس کے آگاہ
تم جاہل و کور ان کو سمجھو
زندہ در گور ان کو سمجھو

۳۳

ہیں کون و مکاں میں جتنے جاندار
حرکت کے عیاں ہیں سب میں آثار
زنجیرِ عمل میں پاؤں ڈالے
ہیں اپنی سرشت کے حوالے
دانا انسان بھی ازل سے
دم بھر کو نہیں جُدا عمل سے
پھر کاوشِ جبر و ضبط کیوں ہو
پھر ترکِ عمل کا خبط کیوں ہو

۳۴

محسوسات جہاں سے نفرت
مطلوبات زماں سے رغبت
دونوں یہ مخالفانہ جذبات
ہیں محض حواس کی کرامات
مامن ان کا حواس میں ہے
مسکن ان کا حواس میں ہے
ہو کوئی نہ اِن کی سمت مائل
ہوتے ہیں یہ راستے میں حائل

۳۵

جس سمت بھی قُدرتاً ہو رجحان
ہو محو ادائے فرضِ انسان
ناقص بھی ہو خواہ فرضِ اپنا
ہے فرضِ دگر سے لاکھ اچھا
انساں اس سے ذرا نہ گھبرائے
ہر چند کہ جان بھی چلی جائے
فرضِ ذاتی سے کچھ نہیں باک
فرضِ بیگانہ ہے خطرناک

۲۸

لیکن 'ارجن' ہے جن کو تمیز — کیا شے ہے صفت ہے فعل کیا چیز
حاصل جنہیں یہ ہوئی ہے تعلیم — باہم دونوں میں کیا ہے تقسیم
ان کو اس بات کا پتہ ہے — نیرنگ یہ سب صفات کا ہے
ثمرے کا مزا نہیں وہ چکھتے — مطلب نہیں کچھ غرض سے رکھتے

۲۹

مجبور صفات کے اثر سے — معذور صفات کے اثر سے
ہوتے ہیں جو اجر کے طلبگار — رکھتے ہیں غرض سے جو سروکار
گو علم نہیں مکمل ان کا — دانا کو مگر یہی ہے زیبا
بھٹکائے اِدھر اُدھر نہ اُن کو — ہرگز کرے منتشر نہ اُن کو

۳۰

طالب ہو کر نہ خود ثمر کے — ہر فعل مرے سپرد کر کے
ہر طرح سے جزویت مٹا کر — جو "کُل" ہے اسی سے دل لگا کر
اُمید سے بے نیاز ہو کر — مستغنیِ سوز و ساز ہو کر
اب تیر کمان پر چڑھاؤ — لڑنے کے لئے قدم بڑھاؤ

۳۱

رکھتے ہیں جو باز چشم ایماں — ہیں میری ہدایتوں سے شاداں
آزاد جو قیدِ وہم سے ہیں — نادم نہیں نقص فہم سے ہیں
ہنگامِ عمل جو مستعد ہیں — میری باتوں کے معتقد ہیں
پاتے ہیں وہ دادِ ہوشیاری — ہوتی ہے نصیب رستگاری

۲۴

اک لمحہ بھی میں رہوں جو بیکار
رکھوں نہ عمل کا گرم بازار
دشوار قیام دہر ہو جائے
برباد نظام دہر ہو جائے
افراد میں نقص ہو ہویدا
ہو جائے فتور نسل پیدا
سب گود میں نیستی کی سو جائیں
معدوم مرے سبب سے ہو جائیں

۲۵

ہو کر دام غرض کے پابند
بن کر ثمرہ کے آرزومند
فکر انجام میں پریشاں
سر گرم عمل ہیں جیسے ناداں
دانا کو نہ یہ کبھی غرض ہو
ہرگز نہ وہ بندۂ غرض ہو
رکھے بہبود خلق سے کام
دے فرض یوںہیں ہر ایک وہ انجام

۲۶

ثمرہ کے بھی ہو کے دل میں خواہاں
مصروف عمل رہیں جو انساں
دانا نہو راستے میں حائل
حجت سے کرے نہ ان کو قائل
لیکن خود ہو کے محو بالذّات
رہ کر مصروف کار دن رات
اپنا ہی خود ان میں رنگ بھر دے
مائل انہیں سوئے فرض کر دے

۲۷

ہر چند کہ سلسلہ عمل کا
دُنیائے صفات سے ہے پیدا
ہر چیز کا مصدر نہانی
قدرت ہے عمل کی اصل بانی
لیکن جو ہیں ناشناس عرفاں
محجوب خودی سے ہیں جو انساں
وہ خود ہی کو جانتے ہیں فاعل
ہر فعل کا مانتے ہیں فاعل

۲۰

راجہ جنک ایسے فخرِ دوراں — نیز اور بھی نیک و پاک انساں
سب اپنے کمال میں تھے یکتا — یہ صرف طفیل تھا عمل کا
تم بھی مصروف ہو کے اس میں — اِک عالم کا بھلا ہو جس میں
پرچم اس کا ضرور لہراؤ — میدانِ عمل کے مرد بن جاؤ

۲۱

جو کچھ بھی ہیں ذی وقار کرتے — جس راہ سے ہیں بڑے گزرتے
دُنیا کرتی ہے اس کی تائید — ہوتی ہے اُسی کی عام تقلید
بنتے ہیں مثال ان کے کردار — قایم کرتے ہیں یہ جو معیار
بھاتا ہے وہی ہر آدمی کو — کرتے ہیں پسند سب اسی کو

۲۲

اے پارتھ بساطِ دو جہاں میں — پھیلائے زمین و آسماں میں
باقی نہیں مجھ پہ فرض کوئی — واجب نہیں مجھ سے قرض کوئی
قدرت مری ہر طرح ہے کامل — طاقت نہیں کون مجھ کو حاصل
کرتا رہتا ہوں پھر بھی میں کام — دیتا ہوں فرائض اپنے انجام

۲۳

ترک غفلت سے کام لیکر — رخصت کا اسے پیام دیکر
مصروف عمل نہ ہوں اگر میں — رکھوں نہ جو فرض پر نظر میں
دنیا والے تمام اے پارتھ — لیں ترک عمل سے کام اے پارتھ
بے دانش و بیوقوف و بے عقل — ہر شخص کیا کرے مری نقل

۱۶

ہے دور اسی طرح یہ جاری — قدرت کی ہے اس میں سحر کاری
جس کی اس سے روش جُدا ہے — جس کا کوئی اور راستا ہے
وہ تر دامن دنی سیہ کار — ہے قید جو اس میں گرفتار
اے پارتھ بشر ہے وہ کمینا — بیکار ہے محض اس کا جینا

۱۷

لیکن ہے جو خود شناس انساں — محو سیر ریاض عرفاں
آسودہ جو عشق ذات سے ہے — برتر قید صفات سے ہے
عرفاں کی ملی نظر جسے ہے — خود مستی سے خبر جسے ہے
ہے بادۂ فقر سے جو مدہوش — وہ بار عمل سے ہے سبکدوش

۱۸

کرنا کوئی کام یا نہ کرنا — اس کی پروا ذرا نہ کرنا
ایسے انساں کا خاصّہ ہے — مست عرفاں کا خاصّہ ہے
استغنا ہے شعار اس کا — آزاد ہے کاروبار اس کا
بیگانۂ احتیاجِ دوراں — ہوتا نہیں وہ کبھی پریشاں

۱۹

دل کو ہر بات سے ہٹا کر — بے غایت و مدعا بن کر
پیرو ہو طریقۂ عمل کا — اس بوجھ سے ہو ہمیشہ ہلکا
تعظیم عمل ہے فرض سب پر — گویا ہے یہ ایک قرض سب پر
یہ فرض جو بے غرض ادا ہو — حاصل درجہ نجات کا ہو

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۷) منطق کی رو سے بھی علم مقدّم ہے اور عمل مؤخّر۔ اس لئے علم و عمل کی مناسبت کے لحاظ سے بھی لفظ علم کا استعمال موزوں معلوم ہوتا ہے۔ میرے خیال سے برہمہ سے یہاں نہ ذات مطلق مراد ہے اور نہ دیوتا برھما جو ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق تخلیق عالم کا

۱۲

شکرانہ ہو یگیہ میں اگر پیش — انساں سے وہ خوش ہوں بیش از بیش
بن کر ہر کام میں معاون — ہوں نیل مرام میں معاون
ناپاک ہے اس بشر کی ہستی — جس کا شیوہ ہے خود پرستی
سب کچھ اُن سے ہے گو وہ پاتا — احسان اُن کا ہے بھول جاتا

۱۳

کرتے ہیں قبول مردِ ممتاز — ہو جائے جو یگیہ سے پس انداز
ان کا اونچا بہت ہے پایا — ظلمت کا نہیں ہے اُن پہ سایا
کرتے ہیں مگر ذلیل انساں — صرف اپنی ہی پرورش کا ساماں
حد درجہ گناہ گار ہیں یہ — محسن کش و نابکار ہیں یہ

۱۴

غلّہ سے عیاں ہوئے ہیں جاندار — اور اس کے وجود کا یہ اظہار
ہے بارش آب کا نتیجہ — پرواز سحاب کا نتیجہ
پرواز سحاب و بارش آب — ثمرہ اک یگیہ کا ہے نایاب
یہ یگیہ زمانہ ازل سے — وابستہ ہے دامن عمل سے

۱۵

تعمیر عمل کی ہے بنا علم[۱] — اس کی کرتا ہے ابتدا علم
ہے علم اِس آئینہ کا جوہر — ہوتا جو نہیں کبھی مکدّر
ہے وصف عیاں دوام جس کا — لافانی ہے قیام جس کا
جس کا جلوہ ہے غیر محدود — رہتا ہے جو یگیہ میں بھی موجود

---

[۱] علم۔ یہ ترجمہ لفظ برہمہ کا ہے اکثر شارحین نے برہمہ کا ترجمہ "وید" کیا ہے۔ وید ہندوؤں کے عقائد کے مطابق الہامی کتب ہیں جن کے ذریعہ نور یزدانی حاصل ہوتا ہے۔ بھگوت گیتا کی تعلیم محض ہندوؤں کے لئے نہیں مقصود ہے وید کے معنی ہیں علم اور علم پر کسی قوم یا مذہبی یا تمدنی گروہ کا مخصوص قبضہ نہیں ہے۔ اس لئے مناسب یہی سمجھا گیا کہ برہمہ کے لئے لفظ علم استعمال کیا جائے تاکہ اس کا وسیع اطلاق ہو سکے۔ (بقیہ صفحہ ۲۸ پر)

۸

جائز جو امور ہیں مقرر — ہے صاد مقدسات[۱] جن پر
ہاں جان کے پاک و برتر اُن کو — سمجھو تم فرض خود پر ان کو
انسان کا ہے بکار ہونا — بیکاری سے ہزار اچھا
اِک لمحہ بھی گر رہیگا بیکار — ہو جائے گی اس کی زیست دشوار

۹

بھگوان کے نام پر جو ہوں کام — جن سے پاتے ہوں جگیہ[۲] انجام
ہیں ان کے سوا جو اور افعال — پابندی دہر یہ ہیں وہ ڈال
اے کنتی کے عزیز فرزند — دانشور و عاقل و خردمند
بے واسطۂ مراد و انجام — آجائے جو سامنے کرو کام

۱۰

دُنیا یہ ہوئی تھی جب ہویدا — خالق نے کیا تھا اس کو پیدا
تھی یگیہ پہ قایم اس کی بُنیاد — خلقت کو بھی یہ ہوا تھا ارشاد
بس یگیہ ہی سے رکھیں سروکار — گرم اس کا رہے مدام بازار
اس راہ میں گر کوئی چلے گا — اس کا نخل طلب پھلے گا

۱۱

ہیں نظم[۳] جہاں کے جتنے ارکان — ان کی آسودگی کا سامان
اس یگیہ پہ صرف منحصر ہے — یہ راہ ضرور تم کرو طے
ہے اس کے صلے میں اُن سے ملتا — ساماں دُنیا کی پرورش کا
دونوں کا یہ ربط و ضبط باہم — کرتا ہے مسرتیں فراہم

---

[۱] مقدسات یعنی شاستر نیز دیگر مذہبی آئین و قواعد زندگی [۲] یگیہ سے مراد ہیں وہ امور جن کا انجام دینا تسکین دوامی کے حصول یا تکمیل نجات کے لئے شاستر کی رُو سے جایز ہے [۳] یعنی دیوتا۔

۴

اموال جہاں سے ہاتھ اُٹھاکر
آغاز عمل سے باز آکر
افعال سے دور رہ کے انساں
ہوتا نہیں "رستگار دوراں"
دل میں کرکے "ارادۂ ترک"
طے خواہ کرے وہ جادۂ ترک
مایوسِ "وصال" ہی رہیگا
محرومِ "کمال" ہی رہیگا

۵

ارجن ممکن نہیں یہ زنہار
انساں رہے اِک نفس بھی بیکار
اپنی فطرت سے ہے یہ مجبور
اپنی خصلت سے ہے یہ مجبور
حرکت سے ہے قیام عالم
ہے یہ روح نظام عالم
حرکت فطرت کا مقتضا ہے
اس سے نہیں کوئی بھی بچا ہے

۶

جو ضبط حواس کا ہو شاغل
ہو اس میں جسے کمال حاصل
لیکن جو غلام آرزو ہو
جس کے گلشن میں اس کی بو ہو
دل جس کا سمندِ بے عناں ہو
ہر شے کی طرف رواں دواں ہو
مبتلا ہے وہ مکر کا ریا کا
بندہ ہے فریب کا دغا کا

۷

ارجن، برعکس اس کے انساں
رکھ کر یکسو دل پریشاں
کرتا ہے حواس کو جو بس میں
اُڑتا نہیں عالم ہوس میں
بنتا ہر فعل کا ہے فاعل
کرتا نہیں اسمیں دل کو شامل
وہ سِرّ خفی سے باخبر ہے
اونچا اس کا جہاں میں سر ہے

تیسرا ادھیائے

اہمیتِ عمل یعنی کرم یوگ کی تعلیم

۱

ارجن نے کہا یہ سُن کے اُپدیش — بھگوان، جناردن، رشی کیش
عرفان کی جب آپ کرکے تشریح — دیتے ہیں عمل پہ اُس کو ترجیح
کیوں مجھ کو بنا رہے ہیں سرکار — ایسے فعل زبوں کا مختار
جب خود ہی نہیں عمل کے قائل — کیوں کرتے ہیں مجھ کو اُس پہ مائل

۲

گیسو ہم رنگ زلف شبگیر — پُرپیچ ہے آپ کی یہ تقریر
ہرچند اسے سمجھ رہا ہوں — لیکن پھر بھی اُلجھ رہا ہوں
مختل ادراک عقل حیراں — برہم ہیں حواس دل پریشاں
سرمایۂ پند وہ عطا ہو — باعث جو سکونِ قلب کا ہو

۳

گویا ہوئے کرشن یوں کہ لاریب — ارجن ہے تمہاری ذات بے عیب
پہلے یہ میں کرچکا ہوں اظہار — ہیں دہر میں دو طریقۂ کار
اول ہے "طریق" علم و عرفاں — اس راہ پہ "سانکھ" کا ہے یہاں
ہے راہ "عمل" طریق ثانی — جوگی اس راہ کے ہیں بانی

۷۲

ہے پارتھ یہ منتہائے ہستی — حاصل ہمیں ذات کی ہو مستی

جو ذات میں ہو گیا ہے قایم — ہر بات میں ہو گیا ہے قایم

پُتلا ہے کمال آگہی کا — امکاں نہیں اس کی گمرہی کا

مرتے دم بھی رہے جو یہ بات — انسان ہو جائے محوِ بالذّات

۶۸

عالی کردار نیک اعمال
اے ارجن صفدر و قوی بال
قابو میں ہیں حواس جس کے
ہے دولت ضبط پاس جس کے
جو طالب این و آں نہیں ہے
دل دادۂ دوجہاں نہیں ہے
وہ مرد فہیم بیگماں ہے
عقل اس کی سلیم بیگماں ہے

۶۹

دُنیا سوتی ہے بے خبر جب
بالکل ہوتی ہے بے خبر جب
ہر طرح سے ہوشیار شاغل
رکھتا ہے نظر بہ کار شاغل
جس وقت زمانہ جاگتا ہے
بیگانہ یگانہ جاگتا ہے
اُس وقت یہ شاغل خردمند
کر لیتا ہے چشم سیر بیں بند

۷۰

جس ذات میں خواہشیں ہیں واصل
ہوتا ہے سکون اسی کو حاصل
بحر ساکن میں جیسے دریا
کرتے نہیں مل کے شور برپا
بالکل اسی طرح خواہشوں سے
شاغل نہیں بدحواس ہوتے
آلودہ جو خواہشات سے ہیں
محروم سرور ذات سے ہیں

۷۱

پھندوں سے انانیت کے آزاد
احساس خودی کو کرکے برباد
دُنیا کی طرف سے دِل ہٹائے
عقبیٰ کی طرف سے دِل ہٹائے
لیتا ہے جو ترک و جبر سے کام
لاتا نہیں لب پہ چاہ کا نام
تیزی سے رواں بسوئے منزل
پاتا ہے بشر سکون کامل

۶۴

قادر جو حواس پر ہے لیکن
مثل آئینہ صاف باطن
مُستغنی اشتیاق و رغبت
بیگانہ اجتناب و نفرت
لذّات کے دائرہ میں رہکر
رکھتا نہیں ان سے لوث یکسر
نفس اسفل کو کرکے تسخیر
پاتا ہے سکون دل کی جاگیر

۶۵

ہوتا ہے سکونِ دل جو پیدا
رہتا نہیں نام رنج و غم کا
پھٹ جاتے ہیں سحاب آلام
کٹ جاتے ہیں عذاب آلام
ہوتا ہے جب انتشار معدوم
رہتا نہیں قلب زار و مغموم
قصّہ ہوتا ہے جہل کا پاک
لگتی ہے ٹھکانے عقل و ادراک

۶۶

دل میں جو ذرا نہیں توازن
ہے کچھ بھی مزاج میں تلوّن
ادراک بشر نہیں ٹھکانے
جذبات دگر نہیں ٹھکانے
یک سُو ہوتا نہیں کبھی وہ
رہتا نہیں مست بیخودی وہ
جب دور نہ انتشار ہوگا
حاصل اسے کیا قرار ہوگا

۶۷

پابند اُمید و یاس ہوکر
محو سحر حواس ہوکر
دل یہ رہتا ہے جب گریزاں
ہوتا ہے فنا شعور انساں
ہو جیسے جہاز کوئی خستہ
طُغیانی بحر سے شکستہ
جذبات کا بھی مہیب طوفاں
کردیتا ہے عقل کو پریشاں

۶۰

کنتی کے پسر عزیز ارجن
اے اہلِ ہنر عزیز ارجن
ہوتے ہیں حواس جب غضبناک
دامن ہوتا ہے عقل کا چاک
برپا کرتے ہیں جب یہ طوفاں
چلتا نہیں خاک زور انساں
کیسا ہی کوئی ہو صاحب دل
ہو جاتا ہے گنہ پہ مائل

۶۱

جذب پنہاں کو کرکے تسخیر
ہوکر شمع ہوس کو گلگیر
آسن اپنا جما کے بیٹھے
دل ایک طرف لگا کے بیٹھے
خود کو معبود جانے اپنا
خود کو مسجود مانے اپنا
قدرت جس کو حواس پر ہے
انسان وہی مردِ باخبر ہے

۶۲

لذّاتِ جہاں کے غم میں بیمار
ان پر گرتا ہے جو مگس وار
پیدا کرتا ہے خود یہ آزار
ہوتا ہے فریب میں گرفتار
ہوتی جس سے ہے چاہ پیدا
دل میں کرتی ہے راہ پیدا
اس کا ہے نتیجہ غصّہ و قہر
تاثیر میں جس سے مات ہے زہر

۶۳

پیدائش قہر اک ہے اُفتاد
ہے ظلمت و گمرہی کی بنیاد
ظلمت وہی پھر ہے مثل رہزن
اک قوّت حافظہ کی دشمن
جب قوّت حافظہ ہو یوں سلب
کس طرح رہے توازن قلب
ہوتی ہے عدم کو عقل راہی
اُس پر آتی ہے یوں تباہی

۵۶

آلام کی کلفتوں سے بے لوث   آرام کی لذتوں سے بے لوث
پابندی نفس دوں سے آزاد   جذب زشت و زبوں سے آزاد
آلائش بیم سے مبرّا   رکھتا نہیں چشم قہر اصلا
ایسا انسان ہے مرد کامل   اس کو کہتے ہیں لوگ عاقل

۵۷

مصروف مضاف زندگی میں   دل جس کا نہیں پھنسا کسی میں
شادی کی نہ کچھ نہ غم کی پروا   مدحت کی نہ کچھ نہ ذم کی پروا
ہنگام خوشی نہیں جو مسرور   جو ہے نہ دم ملال رنجور
رغبت نفرت سے دور تر ہے   قایم بالذات وہ بشر ہے

۵۸

کچھوا جس طرح اپنے اعضا   ہر سمت سے ہے سمیٹ لیتا
محسوسات جہاں سے یکسر   مطلوبات زماں سے یکسر
ہوجائے اگر بشر کشیدہ   آہو کی طرح رہے رمیدہ
ہے اس کی ہر اک جچی تلی بات   ادراک میں اس کی ہے مساوات

۵۹

رہتا ہے یونہیں اگر گریزاں   محسوسات جہاں سے انساں
ہوجاتے ہیں کشش سے محروم   ہوتی نہیں چاہ پھر بھی معدوم
کرتے ہیں مگر جب اہل ادراک   نظارۂ ذات مطلق و پاک
رہتی نہیں ان کے دل میں پستی   مٹ جاتی ہے چاہ کی بھی ہستی

۵۲

ارجن بکمال ہوشیاری ادراک سلیم جب تمہاری
توڑے گی قیود کیف و کم کو کریگی عبور بحرِ غم کو
تم جس پہ ہو مائلِ سماعت جو کچھ بھی ہے قابلِ سماعت
اس سے تمہیں کچھ غرض نہوگی بن جاؤ گے باکمال جوگی

۵۳

مرعوبِ صحایفِ مُقدّس محجوبِ صحایفِ مُقدّس
جب ہوکے اثر سے ان کے آزاد ہوجاؤ گے وصلِ ذات سے شاد
اِس سے تزئینِ قلب ہوگی حاصل تسکینِ قلب ہوگی
آجائے گا راس جوگ تمکو ہشیار کہیں گے لوگ تمکو

۵۴

ارجن نے دیا جواب کیشو[۱] یہ بھی تو بتائیں آپ مجھکو
کامل جوگی کی کیا ہے پہچان ہوتا ہے وہ کس طرح کا انسان
کیا ہیں اس کے طریق و کردار کیسے ہوتا ہے محوِ گفتار
کیا طرزِ نشست میں ہے اعجاز چلنے پھرنے کا کیا ہے انداز

۵۵

اے پارتھ بشر جو نیک فرجام رکھتا نہیں خواہشات سے کام
ناظر ہے نگاہ دُور رس سے جس کو نہیں لوث کچھ ہوس سے
تسکین دوام ذات میں محو رہتا ہے قیام ذات میں محو
حاصل ہوتا ہے یوگ اس کو شاغل کہتے ہیں لوگ اس کو

[۱] یعنی بھگوان کرشن

۴۸

دل میرے ہی دھیان میں لگا کر — صرف ایک طرف نگہ جما کر
لذّت کش بادۂ عمل ہو — ارجن تم فاتح دول ہو
ناکام ہو خواہ کامراں ہو — یکسوئی کا نہ کچھ زیاں ہو
پھل ہے امن دوام اسی کا — دراصل ہے جوگ نام اسی کا

۴۹

اس شغل میں پختہ کار ہونا — ادراک میں یوں قرار ہونا
اعلیٰ ہے عمل کے فلسفہ سے — بالا ہے عمل کے فلسفہ سے
لیکن اسی شغل کا سہارا — بحر غم سے کرو کنارا
ہیں قابلِ رحم ان کے اطوار — جو اجر عمل کے ہیں طلبگار

۵۰

مسرور نوازن[۱] خرد سے — رکھتا نہیں کام نیک و بد سے
کرتا ہے پسند ترک افعال — ہوتی ہے شکست قید اعمال
اب جوگ کی عظمتوں سے آگاہ — تم بھی کرو اختیار یہ راہ
شغل ایک یہ "جوگ" بے خلل ہے — اس میں دانائی عمل ہے

۵۱

اس جوگ پہ کاربند ہو کر — وقف رہ دل پسند ہو کر
دانا روشن ضمیر ہشیار — ہر رازِ نہفتہ سے خبردار
رکھتے نہیں پھل سے کرم کے کام — کر دیتے ہیں ترک فکر انجام
پاتے ہیں وہ مقامِ اعلیٰ — جو نام کی قید سے ہے بالا

[۱] نوازن خرد یعنی بدھی لوگ

۴۴

شان و شوکت کے ہیں جو بندے — عیش و عشرت کے ہیں جو بندے
جو اس تعلیم سے ہیں مسحور — ہے جن کی حیات کا یہ دستور
ساکن نہیں ان کی عقل و ادراک — تمیز سے مس نہیں انہیں خاک
یکسوئی کے نہیں وہ قائل — ہوتے نہیں اس کی سمت مائل

۴۵

ویدوں میں بیاں صفات ہیں تین — قایم ہے جہاں کا جن پہ آئین
کرلو تم خود کو اِن سے آزاد — باقی نہ رہیں قیود اضداد[1]
جس شے کا ہے قرار دایم — تم بھی ہو جاؤ اس میں قایم
رکّھو نہ ذرا بھی فکر اوقات — مائل رہو صِرف جانب ذات

۴۶

پانی جس میں رواں دواں ہو — جو بحر ہو اور بیکراں ہو
اس سے ہے جو کچھ کنوئیں کو نسبت — بالکل ویسی ہی فی الحقیقت
ہر دور میں اور ہر زماں میں — نسبت ویدوں کو ہے جہاں میں
مردِ آگاہ معرفت سے — جو ہے بیگانہ ہر صفت سے

۴۷

تم کو تو فقط ہے کام سے کام — لازم نہیں ذکر و فکر انجام
پھر کام کے پھل سے لو رہا کیوں ہے — پھر اجر عمل سے لوٹ کیوں ہے
جب کام کے واسطے ہو تیار — پھل سے ہرگز نہ ہو سروکار
بیکار مگر کبھی نہ رہنا — دریا کی طرح مدام بہنا

[1] اضداد یعنی ایک دوسرے کے مخالف چیزیں۔ مثلاً دن رات۔ سفیدی سیاہی۔ نیکی بدی

۴۰

بے لوث عمل کا راز ہے یہ — بجتا ہے جو خود وہ ساز ہے یہ
سعی اس میں نہیں بشر کی برباد — پڑتی نہیں اس میں کوئی اُفتاد
اس راز کا علم ہے ضروری — ہے اک یہ علاج ناصبوری
خاطر میں اگر رکھے یہ ملحوظ — انساں رہے ہر بلا سے محفوظ

۴۱

اے مرکزِ صد نشاط کوردو — اے باعثِ انبساط کوردو
جو عقل ہے ساکن اور قایم — رہتا ہے رُخ اس کا ایک دایم
مضبوط نہیں ارادہ جن کا — چنچل دل ہے زیادہ جن کا
حیرت زدہ انتشار سے ہیں — ناواقف وہ قرار سے ہیں

۴۲

فردوس کی راحتوں کے طالب — حد درجہ ہے جہل جن پہ غالب
باتیں بڑھ بڑھ کے مارتے ہیں — شیخی اپنی بگھارتے ہیں
کیسے ہیں یہ لوگ بھولے بھالے — دے دے کے جو وید کے حوالے
کہتے ہیں کہ دھرم بس یہی ہے — جو کچھ بھی ہے کرم بس یہی ہے

۴۳

انسان کرے بندگی ہوس کی — حد ہی نہ رہے کوئی ہوس کی
ثمرہ ہے عمل کا زیست ثانی — مضمر ہے اسی میں کامرانی
عیش و عشرت نصیب ہو جائے — زور و طاقت نصیب ہو جائے
یوں شرع کی ڈالتے ہیں بُنیاد — رسمیں کرتے ہیں لاکھ ایجاد

۳۶

ہنسنے والے تمہیں ہنسیں گے
آوازے رقیب تک کسیں گے
ہر شخص تمہیں دنی کہیگا
نا گفتنی گفتنی کہیگا
جرأت کا مذاق اُڑیگا ہر سمت
ہمّت کا مذاق اُڑیگا ہر سمت
ذلّت کسی طرح کیا یہ کم ہے
دانا کے لئے مقامِ غم ہے

۳۷

آجاؤگے جنگ میں اگر کام
جنّت تم کو ملیگی انعام
سہرا جو تمہارے سر رہیگا
بھاری پلّہ اگر رہیگا
ہوجاؤگے تم زمیں کے مالک
تخت و تاج و نگیں کے مالک
کنتی کے پسر ہو تم سمجھدار
ارجن۔ اُٹھو جنگ کو ہو تیار

۳۸

تکلیف ہو خواہ خواہ آرام
سمجھو دونوں کا ایک انجام
بد اس کو نہ اس کو نیک سمجھو
سود اور زیاں کو ایک سمجھو
یہ غرب نہ ہے نہ ہے وہ کچھ شرق
ہے نام کو جیت ہار میں فرق
تم کو بھی روا ہے جنگ کرنا
اس میں ہے گنہ کی بات ہی کیا

۳۹

اب تک جو کچھ بھی کی ہے تقریر
ہے سانکھ کے فلسفہ کی تفسیر
تم جیسے فہیم و نکتہ ور سے
اب جوگ کے نقطۂ نظر سے
کہتا ہوں میں فلسفہ خرد کا
آئینہ یہ اک ہے نیک و بد کا
کرلو جو یہ رازِ دل نشیں تم
پا جاؤ نجات بالیقیں تم

۳۲

ہے پارتھ یہ کیا شعار مذموم
کیا تم کو نہیں یہ بات معلوم
بیشک ہے وہ چھتری مبارک
بیشک ہے وہ آدمی مبارک
جس کی اس جنگ میں ہو شرکت
بے مانگے ملے یہ جس کو نعمت
ہے عرصۂ جنگ بابِ فردوس
کرتا ہے یہ کامیاب فردوس

۳۳

اس جنگ کا مدعا ہے نیکی
اس جنگ کا مقتضا ہے نیکی
اس سے کرتے ہو تم کنارا
اس میں شرکت نہیں گوارا
تم کو نہیں فرض کا کچھ احساس
ہے ننگ و وقار کا نہ کچھ پاس
عزّت کو تباہ کر رہے ہو
تم اِک یہ گناہ کر رہے ہو

۳۴

تہمت تم پر دھرے گی دُنیا
نفرت تم سے کرے گی دُنیا
ہر وقت بنائے گا زمانہ
بے وقری کا تمہیں نشانہ
عزّت والا جو آدمی ہے
حُرمت والا جو آدمی ہے
اس کے لئے خوب ہے کہ مر جائے
موتی سی جو آبرو اُتر جائے

۳۵

سالارِ سپہ جری ہیں جتنے
جانباز مہارتھی ہیں جتنے
کیا داد بہادری کی دیں گے
سب دل میں یہ اپنے سوچ لیں گے
میدانِ وِغا سے خوف کھا کر
ارجن بھاگا ہے جی چُرا کر
اب تک جو تھی آبرو تمہاری
ہو جائے گی وہ سپردِ خواری

۲۸

ہر شے آغاز میں ہے پنہاں
حسن پرداز میں ہے پنہاں
ظاہر ہے اگر تو وسط میں ہے
ہے پیش نظر تو وسط میں ہے
جیسے پنہاں تھی ابتدا میں
ہوتی ہے نہاں پھر انتہا میں
جب یہ باتیں تمہیں ہیں معلوم
ارجن پھر کس لئے ہو مغموم

۲۹

گلزار خرد میں کوئی گلچیں
سمجھا ہے اسے تحیّر آگیں
کرتی نہیں کام عقل و ادراک
کہتا ہے اسے کوئی عجب ناک
اوروں سے کسی لئے سن رکھا ہے
دراصل یہ ایک شعبدا ہے
با ایں ہمہ رنگ ہوشیاری
تفہیم سے اس کی سب ہیں عاری

۳۰

یہ زیر و زبر ہیں جتنے مخلوق
تاحدِّ نظر ہیں جتنے مخلوق
سب کے جسموں میں رہنے والا
ہر شے سے صفات میں نرالا
ہر قسم کی قید سے بری ہے
نابود امکان ابتری ہے
اظہار کرو نہ بے دلی کا
لازم نہیں تم کو غم کسی کا

۳۱

قائل یوں بھی نہیں اگر ہو
کچھ اپنے ہی فرض پر نظر ہو
کیا اس کی ادائی میں پس و پیش
کیوں دشنہ رنج سے ہو دل ریش
حفظ نیکی میں جنگ ہے خوب
ہے دل سے یہ چھتری کو مرغوب
تم نسل میں اپنی چھتّری ہو
صفدر ہو، شجاع ہو، جری ہو

۲۴

کٹنا اس کا محال تر ہے — گھٹنا اس کا محال تر ہے
جلنا اس کا نہیں ہے ممکن — گلنا اس کا نہیں ہے ممکن
خشکی کے اثر سے ہے یہ آزاد — نیرنگ دگر سے ہے یہ آزاد
ساکن ہمہ اوست جاودانی — لاجُنب، قدیم، غیر فانی

۲۵

بے اندازہ نگاہ سے دور — آنکھیں اسے دیکھنے سے معذور
برتر وہم و قیاس سے ہے — بالا فہم و حواس سے ہے
قید تبدیل سے بری یہ — ہوتا نہیں منقلب کبھی یہ
ارجن یہ رموز خود سمجھ کر — غمگیں نہ ہو وہم میں اُلجھ کر

۲۶

اس پر بھی اگر تمہیں یقیں ہے — میرا کہنا بجا نہیں ہے
ہے ساکن جسم نقش بر آب — ہستی اس کی ہے صورتِ خواب
پابند حدود کیف و کم ہے — آئینہ ہستی و عدم ہے
اے ارجن ذی حشم کماندار — یہ رنج و الم ہے تم کو بیکار

۲۷

جو مائلِ سیرِ زندگی ہے — اس کے لئے موت لازمی ہے
جو عازمِ کشورِ عدم ہے — اس کے لئے زیست پھر بہم ہے
یہ نظم ہے ایک ضبط ہے ایک — دونوں باتوں میں ربط ہے ایک
دونوں ہیں یہ لازمات کونین — پھر کس لئے اس قدر ہو بےچین

۲۰

پیدایش و مرگ سے ہے آزاد
ہوتی نہیں زیست اسکی برباد
اب تک وہ نہیں ہوا ہویدا
ہے اپنی قدامتوں سے پیدا
اس کی کہیں ابتدا نہیں ہے
اس کی کہیں انتہا نہیں ہے
جب تن کو پہونچتا ہے ضرر کچھ
اُس پر پڑتا نہیں اثر کچھ

۲۱

جس کو اس راز کی خبر ہے
امر حق سے جو بہرہ ور ہے
ہستی یہ مقیم جسم میں ہے
پنہاں اس کے طلسم میں ہے
تخلیق کی قید سے ہے آزاد
ہوتا ہی نہیں کبھی وہ برباد
کس طرح کسی کی جان لے گا
یا خود اپنی ہی جان دے گا

۲۲

انسان جس طرح دوست جانی
پوشاک اُتار کر پُرانی
کرتا ہے بہ شوقِ دلفریبی
اِک خلعتِ نو سے جامہ زیبی
یہ ساکن پیکرِ عناصر
یہ حاصل دفترِ عناصر
ہوکر ملکِ عدم کا رہرو
کرتا ہے قبول قالبِ نو

۲۳

اس کو کسی طور سے بھی ہتھیار
پہونچا سکتے نہیں کچھ آزار
ممکن یہ نہیں بلائے افلاک
آگ اس کو جلا کے کر سکے خاک
کچھ بھی اس پر اثر نہوگا
پانی سے ذرا یہ تر نہوگا
ممکن نہیں خشک ہو ہوا سے
محفوظ ہے یہ ہر اک بلا سے

۱۵

بالکل محروم اس صفت سے
بیگانہ وجود سے ہے اپنے
لیکن جو چیز بالیقیں ہے
ہیں آگہ حاصل شواہد

جو چیز ہے دور اصلیت سے
افسانہ شہود سے ہے اپنے
ہرگز اس کو فنا نہیں ہے
عینی اس واقعہ کے شاہد

۱۷

جلوہ جس کا ہے سائر کُل
حاصل اُس کو ہمیشگی ہے
کوئی اس کو مٹائے گا کیا
کس طرح ہو آدمی کے بس کی

ہستی جس کی ہے دائر کُل
وہ عین حیات سرمدی ہے
نقش باطل بنائیگا کیا
یہ بات نہیں کسی کے بس کی

۱۸

ہے نقش و وام جس کی ہستی
فرضی شے ہے زوال جس کا
ہے ان اجسام میں وہ موجود
جب یہ سچ ہے تو ہوش میں آؤ

قایم ہے مدام جس کی ہستی
اندازہ بھی ہے محال جس کا
ہونا ہے جنہیں ضرور نابود
ارجن! مصروف جنگ ہو جاؤ

۱۹

دل میں ہے یہ جس کے وہم باطل
ہے جس کا گماں یہ غیر معقول
محو رنج و قلق ہیں دونوں
دانا نہیں اس گماں کے قائل

ساکن اس جسم کا ہے قاتل
ساکن اس جسم کا ہے مقتول
بے بہرہ امر حق ہیں دونوں
مقتول نہ ہے نہ ہے وہ قاتل

۱۲

تھا میں نہ کبھی جہاں میں نابود — ہر وقت تھا ہر زماں تھا موجود
تم بھی نہ کبھی یہاں تھے معدوم — پنہاں نہ تھے مثلِ سرِّ مکتوم
انساں ہیں یہ باوقار جتنے — پیکر نہ کبھی تھے ہستی کے
میں ہوں تم ہو کہ اور کوئی — فطرت نہیں ہستی کسی کی

۱۳

قالب میں قیام کرنے والا — اس نقش میں رنگ بھرنے والا
جیسے ہوتا ہے وقت تغیر — کودک سے جوان جوان سے پیر
بالکل اسی طرح محو ترحیل — کرتا ہے یہ قالبوں کو تبدیل
ہوتے نہیں لیکن اہلِ عرفاں — تبدیلی جسم سے پریشاں

۱۴

محسوسات و حواس کا کھیل — دونوں کا بہم یہ قدرتی میل
سردی گرمی کا اک سبب ہے — وجہ غم و باعث طرب ہے
لیکن ہیں یہ نقش نقشِ فانی — دونوں باتیں ہیں آنی جانی
ہمت جرأت دکھاؤ ارجن — اس جنگ میں کام آؤ ارجن

۱۵

اے منتخبِ خلایق ارجن — اے نوع بشر میں فایق ارجن
دل جس کا نہیں ہے ان سے برباد — ہے ان کی قیود سے جو آزاد
جس کو دل پر ہے اپنے قابو — ہے راحت و رنج میں جو یکسو
ہے وہ صدق و صفا مجسم — انسان ہے وہ بقا مجسم

۸

ہو جائیں حصولِ فتح سے خواہ
روئے گیتی کے ہم شہنشاہ
اور اس میں خلل نہ ہو ذرا بھی
قبضہ میں ہوں خواہ دیوتا بھی[1]
جائے گی نہ پھر بھی بد حواسی
ممکن نہیں دُور ہو اُداسی
ہے خاک وسیہ جس آگ سے دل
بجھنا اس کا ہے سخت مشکل

۹

وہ فاتح دشمناں گڑاکیش[2]
ارجن عالی صفت وفا کیش
ہو کر وقفِ غم و مِحَن یوں
کہکر رشی کیش[3] سے سخن یوں
بولا مرے غمگسار گوبند[4]
اے بانی روزگار گوبند
کرتا ہوں میں جنگ سے کنارا
تقریر کا اب نہیں ہے یارا

۱۰

ارجن، غمگین، ملول، دلگیر
جس وقت یہ کر رہا تھا تقریر
بھگوان کرشن خاص ادا سے
خاموش تھے مُسکرا رہے تھے
مجمعِ سیہ نشان افواج
اب آپ نے درمیان افواج
ارجن سے کیا کلام آغاز
اس طرح درِ سخن کیا باز

۱۱

تم ان کے لیئے ہو مائلِ رنج
باتیں جو نہیں ہیں قابلِ رنج
بیکار اُلجھ رہے ہو دل میں
اور اس پہ سمجھ رہے ہو دل میں
دانا ہو بہت بڑے خبردار
ہے مخزنِ معرفت یہ گفتار
لیکن جو ہیں محوِ حق پرستی
ان کو نہیں فکرِ مرگ و ہستی

[1] دیوتا سناتن دھرمی عقیدے کے مطابق قدرتی طاقتوں کا انتظام کرنیوالی مجسم نورانی ہستیاں ہیں۔ مگر اس عقیدے کی تردید تائید سے قطع نظر کرکے ہم اس کے معنی قدرتی طاقتیں تسلیم کر سکتے ہیں۔ [2] گڑاکیش ارجن کا لقب ہے [3] رشی کیش برگزیدہ بھگوان کرشن کے لقب ہیں

۴

دل میں سوچا نہ کچھ کیا غور
ارجن نے دیا جواب فی الفور
اے مدھ سودن ہے کیا یہ نیرنگ
کیا اپنے بڑوں سے میں کروں جنگ
درون اور بھیشم ہیں میرے سرتاج
کیا ان پہ چلاؤں تیر میں آج
ہر طرح سے مستحقِ اعزاز
دونوں ہیں مرے بزرگ ممتاز

۵

یوں اپنے ہی مرشدوں کی میں جان
اچھا اس سے تو یہ ہے بھگوان
گھر گھر خیرات مانگ کر میں
اوقات اپنی کروں بسر میں
کرتے تھے یہ میری خیر خواہی
دایم میری بھلائی چاہی
ان کی ہستی ہو کیسے پامال
ہاتھ ان کے لہو سے کیا کروں لال

۶

اس جنگ میں یہ کسے خبر ہے
کس کی تقدیر میں ظفر ہے
دھرتراشٹ کے نورِ عین ہشیار
ہیں گرچہ مقابلہ کو تیار
خون ان کا بہا کے آہ بھگوان
ہم کو نہیں زندگی کا ارمان
نابود انہیں کر کے فتح کیسی
ہے ہیچ نظر میں جیت ایسی

۷

دل تنگ ہے وسعتِ الم سے
بیٹھا جاتا ہے فرطِ غم سے
اس درجہ دماغ ہے پریشان
آتا نہیں کچھ سمجھ میں بھگوان
نیکی کیا چیز ہے بدی کیا
ناکردنی کیا ہے کردنی کیا
طالب رحم و کرم کا ہوں میں
دیں آپ ہی درس کیا کروں میں

اوم

دوسرا ادھیائے

شغلِ عرفاں یعنے سانکھیہ یوگ کی تعلیم

۱

سنجے دھرتراشٹر سے ہے راوی — ارجن پہ تھا جذب انس حاوی
آنکھیں اشکوں سے تر بتر تھیں — جذبات دروں کی پردہ در تھیں
وہ حسرت و یاس کا مُرقع — تھا بیم و ہراس کا مُرقع
کی دیکھ کے اس کی سرگرانی — مدھ سودن نے یہ گلفشانی

۲

ارجن! ارجن! عزیز ارجن — سب تم کو کہیں گے ہیز ارجن
کیوں حسرت و یاس سے ہو مغلوب — یہ طرزِ عمل ہے سخت معیوب
ہمّت جرأت یہ چھوڑنا کیا — مُنھ جنگ سے اب یہ موڑنا کیا
کردیگا تمہیں یہ فعل مذموم — فردوس کی راحتوں سے محروم

۳

تم مرد ہو مردمی سے لو کام — نامردی کا زبوں ہے انجام
اَے پارتھ یہ بے دلی کا اظہار — دیتا نہیں زیب تم کو زنہار
یہ رخصت عقل و آگہی کیا — دانا ہوکر یہ گمرہی کیا
کھولو آنکھیں روش یہ چھوڑو — ہنگام جدال مُنھ نہ موڑو

۴۶

کس درجہ ہوا ہوں آہ انجان اس سے بہتر تو یہ ہے بھگوان
ہتھیار اُتار دوں بدن سے رکھوں نہ میں کوئی کام رن سے
دھرتراشٹ کے دوں شعار فرزند شمشیر بدست چاق چوبند
قصہ میرا ہی پاک کر دیں دامان وجود چاک کر دیں

۴۷

اتنا کہتے ہی زار و خستہ ارجن مایوس دل شکستہ
اب جذبۂ دل کا ترجماں تھا یعنی بے ناوک و کماں تھا
نیزہ خنجر نیام تلوار رکھا نہ بدن پہ ایک ہتھیار
پھر بیٹھ گیا وہ سر جھکا کر پچھلے حصّہ میں رتھ کے جا کر

۴۲
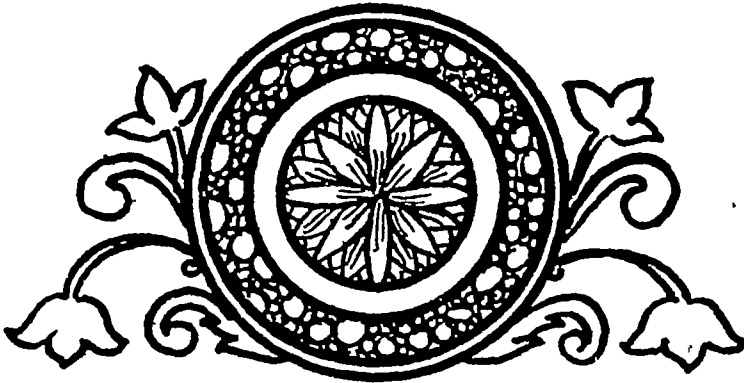
جب ذات میں آئے گی خرابی — ہر بات میں آئے گی خرابی
برپا اُفتاد کرنے والا — گھر کا برباد کرنے والا
خود بھی دوزخ نصیب ہوگا — اولاد کا بھی رقیب ہوگا
پائیں گے نہ پتر پنڈ کا دان — پڑ جائے گی اک عذاب میں جان

۴۳

اس ذات کے نقص کا نتیجہ — آگے چل کر خراب ہوگا
نابود آئین قوم ہوں گے — مفقود آئین قوم ہوں گے
ہو جائے گی آن بان کافور — مٹ جائیں گے خانداں کے دستور
ہے آج جو دھرم جاودانی — بن جائیگا کل وہ نقش فانی

۴۴

سنتا ہوں میں جنار دن یہ — مشہور زمانہ ہے سخن یہ
بھگون وہ مکان وہ گھرانا — جس میں نہیں دھرم کا ٹھکانا
انجام اس کا ہے روسیاہی — ہے اس کے نصیب میں تباہی
پاداش گنہ اسے ملے گی — دوزخ میں جگہ اسے ملے گی

۴۵

افسوس یہ مجھ کو ہوگیا کیا — حیران ہوں کہ ہے یہ ماجرا کیا
مائل سوئے شور و شر ہوا ہوں — آمادہ گناہ پر ہوا ہوں
جاہل غفلت شعار ناداں — آسایش سلطنت کا خواہاں
ہیں آج اٹھا رہا ہوں تلوار — اپنوں ہی کے قتل کو ہوں تیار

۳۸

حالانکہ یہ دشمنانِ ہشیار   ہیں دام میں حرص کے گرفتار
برباد ہو خانداں کسی کا   باقی نہ رہے نشاں کسی کا
تخریب وفا ہو دوستوں میں   رنجش پیدا ہو دوستوں میں
اس پر ان کی نگہ نہیں ہے   کچھ ان کے لئے گنہ نہیں ہے

۳۹

ہیں فردِ یگانہ زمن آپ   سوچیں تو بھلا جناردن[1] آپ
کیا ان کے گنہ میں ساتھ دینا   لازم ہے رُخ اس سے پھیر لینا
کُنبہ برباد کوئی ہوجائے   غمگین ناشاد کوئی ہوجائے
کام اس سے سوا خراب ہے کیا   اس سے بدتر عذاب ہے کیا

۴۰

ہوتا ہے کسی کا گھر جو برباد   پڑتی ہے کسی پہ جب یہ اُفتاد
پایہ نہیں برقرار رہتا   باقی نہیں پھر وقار رہتا
مُعنقا ہوتی ہے شانِ اسلاف   ہوتا ہے ہاتھ دھرم پر صاف
دستور سے ہوکے منحرف سب   کرنے لگتے ہیں خونِ مذہب

۴۱

مٹ جائیں گے دھرم کرم جس وقت   غالب ہوگا ادھرم جس وقت
ہوجائیں گی عورتیں سب آزاد   عصمت کردینگی اپنی برباد
باقی نہ رہیگی لاج گھر کی   مٹ جائیگی آب اس گھر کی
ہوگی اس دن سے رات پیدا   ہوجائیگا نقص ذات پیدا

[1] جناردن۔ بھگوان کرشن کا لقب ہے

۳۳

دولت ثروت سے ہو کے مایوس
شان و شوکت سے ہو کے مایوس
محروم حیات ہو چکے ہیں
سب جان سے ہاتھ دھو چکے ہیں
دل میں کیے جنگ کا ارادہ
میدان میں سب ہیں ایستادہ
اے مدھسودن[1] یہ سن رکھیں آپ
بیٹے ہوں، گرو ہوں، خواہ ہوں باپ

۳۴

ہوں خواہ وہ نیک دل پتاما
پوتے، ناتی، خسر کہ ماما
بھائی، بی بی کا یا ہو سمدھی
ہو خواہ عزیز اور کوئی
ہیں قتل کو میرے سب جو تیار
کچھ اس میں نہیں ہے مجھ کو انکار
ہوں میں اے کرشن دل سے مجبور
مجھ کو نہیں ان کا قتل منظور

۳۵

ہے ان کے بغیر مملکت ہیچ
تینوں عالم کی سلطنت ہیچ
پھر صفحۂ ارض کی حکومت
معلوم نہ کیوں ہو بے حقیقت
کاوش پئے تخت و تاج کرنا
خون ان کا بہا کے راج کرنا
دانشمندی سے دور تر ہے
ہر طرح سے باعث ضرر ہے

۳۶-۳۷

مانا کہ گنہگار ہیں یہ
سرکش ظالم ہیں خوار ہیں یہ
قتل ان کا بہت خراب ہوگا
میرے حق میں عذاب ہوگا
دھرتراشٹر کے گو پسر ہیں غاصب
قتل ان کا نہیں نہیں مناسب
مادھو[2] انہیں کر کے نیست و نابود
ہاتھ آئے گا کیسے گوہر مقصود

---

[1] مدھسودن
[2] مادھو
} بھگوان کرشن کے نام ہیں۔

۲۸

نظّارہ غم فزا سے مجبور
دل کی حالت سے ہو کے معذور
ارجن نے کرشن سے کہا یہ
میں دیکھ رہا ہوں آہ کیا یہ
خود اپنے ہی رشتہ دار و احباب
ہیں جنگ و جدل کو آج بیتاب
یہ دیکھ کے سخت خستہ تن ہوں
وقفِ غم و خشکیٔ دہن ہوں

۲۹

از سر تا پا ہے تھرتھری سی
چھائی جاتی ہے بیہشی سی
وقفِ سوزش مرا دہن ہے
استادہ ہر ایک موئے تن ہے
ایسی تاب و تواں ہے رخصت
ہاتھوں سے مرے کماں ہے رخصت
ہمّت افتادہ، حوصلہ پست
تفتیدہ الم سے ہے کفِ دست

۳۰

میدان میں حال ہے مرا غیر
اکھڑے جاتے ہیں خود بخود پیر
پھوڑا سا جگر میں پک رہا ہے
دل چار طرف بھٹک رہا ہے
توسیع عذاب دیکھتا ہوں
آثار خراب دیکھتا ہوں
ہے خواب مہیب نحس تاثیر
ہر چیز ہے فالِ بد کی تصویر

۳۱ - ۳۲

یہ قتل عزیز و اقربا کیا
اپنے جو ہوں اُن کو مارنا کیا
جنچتا نہیں اب نگاہ میں کچھ
لذّت نہیں اس گناہ میں کچھ
مطلب تیر و تفنگ سے کیا
مل جائیگا فتح جنگ سے کیا
راحت کی نہیں مجھے تمنّا
ہوں تاج شہی کا میں نہ جویا

۲۴

آئینہ اضطراب ارجن | تھا کرشن سے یہ خطاب ارجن
یہ سُن کے رتھ آپ نے بڑھایا | جس پر بجرنگ کا تھا سایا
خورشید اساس نیرّ آثار | تیزی میں تھا رتھ یہ برق رفتار
شان و شوکت دکھا کے ٹھیرا | رتھ بیچ میں اب یہ جل کے ٹھیرا

۲۵

درون اور بھیشم یہاں تھے موجود | کچھ اور بھی حکمراں تھے موجود
یہ سب تلوار کے دھنی تھے | رتھ ٹھہرا کر مُقابل ان کے
بولے ارجن سے کرشن بھگوان | دیکھو جنگ و جدل کے سامان
یہ سامنے کوروں کی صف ہے | جس کا ہر فرد سر بکف ہے

۲۶

جب ارجن نے نظر اُٹھائی | حیرت سی تھی ایک اُس پہ چھائی
میدان میں بہر جنگ بیتاب | تھے جمع عزیز دوست احباب
دادا، ماما، چچا تھے ان میں | اُستاد تھے رہنما تھے ان میں
ماما، پھوپھا، چچا کے فرزند | ناتی، پوتے، رفیق، دلبند

۲۷

پہنے بانا سپہ گری کا | تھا کوئی وہاں خُسر کسی کا
اظہار بہادری کو بیتاب | تھے اور بھی نیک و پاک اصحاب
منظر یہ عجیب دلشکن تھا | بے حد سببِ غم و مِحن تھا
وقفِ بیم و ہراس ارجن | تھا اک نخچیرِ یاس ارجن

۲۰

ارجن، پایہ میں رشک گردوں
تھا جس کا شہی نشان میموں
شان و شوکت سے جلوہ آرا
یہ سب نظارہ دیکھتا تھا
دھرتراشٹر کے ہوشیار بیٹے
ترتیب سپاہ دے چکے تھے
اب صف شکنی پہ مستعد تھے
ناوک فگنی پہ مستعد تھے

۲۱

جب ہوگیا معرکہ یہ درپیش
ارجن نے کہا کہ اے رشی کیش
محسن عالی صفات ہیں آپ
آزاد تغیرات ہیں آپ
میدان میں رتھ ذرا بڑھالیں
کیا حال ہے چل کے دیکھیں بھالیں
استادہ ہوں مثل آسماں ہم
دونوں فوجوں کے درمیاں ہم

۲۲

آنکھیں ہیں یہ دیکھنے کی خواہاں
ہیں کون یہاں وہ مرد میداں
جن کو شوقِ نبرد ہے آج
جن کو ذوقِ نبرد ہے آج
ہیں کون وہ سامنے صف آرا
جن سے ہے مقابلہ ہمارا
جن سے ہم پر ہے زندگی تنگ
جن سے کرنا ہے اب ہمیں جنگ

۲۳

ہیں کون وہ آج مردِ جاں باز
دریودھن فتنہ جو کے دمساز
دعوئے سپہ گری ہے جن کو
ناز فن صفدری ہے جن کو
بھولے نہیں آج جو سماتے
ہم کو جو نہیں نظر ہیں آتے
جن کو ارمان جنگ کا ہے
اب ان کے جگر کو دیکھنا ہے

۱۶

کنتی کے پسر کلاں یدھشٹر — ہمرتبہ آسماں یدھشٹر
سنکھ اپنا بجا رہے تھے مرغوب — تھا فتح[۵۱] دوام سے جو منسوب
پھر رن میں نکل لئے بڑھ کے پھونکا — مشہور سگھوش سنکھ اپنا
سہدیو کا سنکھ نعرہ زن تھا — الماس صفت[۵۲] جو ضوفگن تھا

۱۷

ہاتھوں میں لئے کمان اعظم — کاشی کا وہ حکمران اعظم
ہمت کا دھنی جری شکھنڈی — رن بیر مہارتھی شکھنڈی
بمثل درشٹ دمن جانباز — عالی منصب وراٹ ممتاز
ناواقفِ جادۂ ہزیمت — وہ ساتکی شبیہ جرأت

۱۸

راجہ دروپد شجاع دوراں — فرزند دروپدی کے ذیشاں
وہ نور نظر سبھدرا[۵۳] کا — وہ لختِ جگر سبھدرا کا
زور بازو میں تھا یگانہ — قائل اس کا تھا اک زمانہ
سنکھ اپنا ہر ایک نے بجایا — افواج عدو کا دل ہلایا

۱۹

جنگی باجوں کے شور و غل سے — پردے کانوں کے پھٹ رہے تھے
آوازیہ پُر خروش اُن کی — ہر سمت فضا میں گونجتی تھی
دھرتراشٹر کے جس قدر پسر تھے — لرزاں ان کے دل و جگر تھے
دامن ہوا صلح کا دریدہ — رنگِ رُخِ امن تھا پریدہ

---

۵۱ سنسکرت نام اننت وجے ہے۔ بحر میں یہ نام غبط نہ ہو سکتا تھا اس لئے اس کا لفظی ترجمہ کر دینا مناسب سمجھا گیا ۵۲ سہدیو کے سنکھ کا نام منی پشپک تھا جس کے معنی ہیں جواہرات کا پھول۔ مشکلات نظم کے باعث اس نام کی تشریح کر دی گئی ہے ۵۳ یعنی ویر ابھیمنیو۔

١٢

بھیشم کا تھا سب کے سر پہ سایا | اب سنکھ جناب نے بجایا
نعرہ یہ ایک شیر کا تھا | کڑکا مرد دلیر کا تھا
وہ زور تھا سنکھ کی صدا میں | ہر ذرّہ لرز اُٹھا فضا میں
تھی مصلحت اس میں اک یہ شامل | دریودھن کا بڑھا رہے دل

١٣

اتنے میں صدائے چنگ و دف سے | ہونے لگا شور ہر طرف سے
جتنے بھی بہم تھے رزمیہ ساز | تھی ان کی فلک شگاف آواز
سنکھوں ڈھولوں کا ساتھ بجنا | گویا بادل کا تھا گرجنا
گؤمکھ کی خروش زا تھی آواز | ہنگامہ یہ سب تھا حشر پرداز

١٤

مادھو گوبند کرشن گوپال | ارجن دانا بلند اقبال
دونوں اک رتھ پہ جلوہ گر تھے | خورشید وہ تھے تو یہ قمر تھے
عظمت سے تھی رتھ کی عقل حیراں | سبزوں سے بلند اسکی تھی شان
ڈالی دونوں نے جان رن میں | سنکھ اپنے بجائے دم زدن میں

١٥

جس سے سری کرشن نے لیا کام | اس سنکھ کا پانچ جنیہ تھا نام
ارجن تھا مظفّر اور منصور | سنکھ اس کا تھا دیودتّ مشہور
مردان جری میں باعث ناز | برکودر کے لقب سے ممتاز
تھا بھیم کا ایک خاص پایا | پونڈر سنکھ اس نے اب بجایا

۱۰

حالانکہ ہیں خاندان کے سرتاج — بھیشم سردار خاص افواج
میں ان کے نظارہ سے ہوں مغموم — ہوتی ہیں یہ قلیل معلوم
ظاہر یہی ہو رہا ہے سرکار — ہے فوج عدو زیادہ تیار
سالار سپہ اگرچہ ہے بھیم — عظمت اس کی ہے مجھ کو تسلیم

ایضاً

بھیشم جیسا سپاہ سالار — میری افواج کا ہے سردار
جیرت سے انہیں ہر اک ہے تکتا — ان کو نہیں کوئی جیت سکتا
تھوڑا لشکر غنیم کا ہے — جاری حکم اس میں بھیم کا ہے
ہمت ہے ابھی سے پست اسکی — آساں ہے بہت شکست اس کی

۱۱

جو امر تھا حق وہ کر چکا عرض — ہم سب کے لئے ہے اب یہی فرض
ادنیٰ اعلیٰ سپاہ سردار — ہو جائیں پئے ستیز تیار
ہمت باندھیں دلیر بن جائیں — لڑنے پہ جب آئیں شیر بن جائیں
ہم آپ انہیں کا دم بھریں سب — بھیشم کی محافظت کریں سب

حاشیہ متعلق اشلوک نمبر ۱ اس اشلوک کا ترجمہ دو طرح سے کیا گیا ہے اس کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ مختلف مترجموں نے اس کے مختلف معنی اخذ کئے ہیں سنسکرت کے الفاظ اپریاپت کا مفہوم مختلف مترجموں نے مختلف طور پر سمجھا ہے جتنے ترجموں سے ناچیز منور نے مدد لی ہے اس میں سے ترجمہ نمبر ۱ حسب ذیل اصحاب کے ترجموں میں پایا جاتا ہے۔ (۱) مسز اینی بسنٹ (۲) سری شنکر اچاریہ (۳) ویدانت اچاریہ سوامی تلسی رام ایم اے ایم آر ایس (۴) علامہ فیضی (۵) منشی لچھمن پرشاد صدر (ترجمہ منظوم فیضی) (۶) محمد اجمل خاں صاحب ایم اے الہ آباد۔ اور دوسرے ترجموں کا انحصار حسب ذیل اصحاب کے ترجمہ پر ہے (۱) رائے بہادر پنڈت جانکی ناتھ مدن (۲) ترجمہ شائع کردہ درمن کمپنی لاہور (۳) ترجمہ شائع کردہ گیتا پریس گورکھپور (۴) پنڈت دینا ناتھ مجنوں (۵) والد مرحوم منشی دوارکا پرشاد افق (۶) مسٹر نہال چند ایم اے ایل ایل بی بیرسٹر ایٹ لاالہ آباد۔

۶

سردار جری یدھامنیو ہے / جانباز دلیر جنگجو ہے
ہے مرد شجاع اُتّمو جس / جس کے آگے ہے موت بے بس
ہیں خوب پسر سبھدار کے / چھکے جو چھڑاتے ہیں قضا کے
جیوٹ والے بڑے دلاور / بیٹھے ہیں دروپدی کے صفدر

۷

اے رہبر جادۂ حقیقت / اے مرشد حلقۂ ارادت
ننگ و ناموس کے نگہباں / اے نازش دہر و مفخر دوراں
اب اپنی طرف کا حال سنیئے / ذکر اہل کمال سنیئے
ہیں فوج میں کون کون سردار / کرتا ہوں بیان سلسلہ وار

۸

خود آپ ہیں رہنمائے ممتاز / بھیشم جی ہیں شجاع و جانباز
ماہر فن جنگ ہیں کرن ہے / نامی ہے دلیر استمنجے
کرپا آچارج مرد میداں / دشمن کا ہے جن سے تنگ امکاں
اشوتّھاماں، وکرن رندھیر / جیوٹ کی ہے سومدّت تصویر

۹

ہیں اور بھی فوج میں جوانمرد / مُشفق، مُحسن، حبیب، ہمدرد
پابند وفا مجسم ایثار / قربانیٔ جسم و جاں کو تیّار
آلات سے جنگ کے مسلّح / ہیں تیغ و تفنگ سے مُسلّح
کرتے ہیں عیاں یہ اک جہاں پر / میدانِ وغا میں اپنے جوہر

۲

سنجے کا جواب

دریودھن فخرِ دودماں نے　　شہزادہ منزلت نشاں نے
دیکھی پانڈو کی رن میں جب فوج　　پایا اسے بحرِ موج در موج
درونا چاری کے پاس جاکر　　سر پاؤں پہ عجز سے جھکاکر
لب تر کیے شربتِ سخن سے　　جھڑنے لگے پھول یوں دہن سے

۳

میرے مخدوم میرے سرتاج　　پانڈو کی ملاحظہ ہوں افواج
فرزند دروپد کماندار　　سرلشکر جاں سپار و جرار
شاگرد، حضور! آپ کا ہے　　اس شمع میں نور آپ کا ہے
حامی ہوکر غنیم کا آج　　ہے مائل انتظام افواج

۴

بھیم و ارجن کی طرح جرار　　ہے فوج عدو کا ہر کماندار
بازوئے یودھان کے قوی ہیں　　آئینہ شانِ صفدری ہیں
ویراٹ جری قوی توانا　　پہنے ہے بہادری کا بانا
دروپد کا خاندان ممتاز　　مشہور ہے اِک جہاں میں جانباز

۵

ذی مرتبہ دھرشٹ کیتو سردار　　ہے آگ فنّ حرب و پیکار
بے مثل ہے چیکتان کی شان　　کیا عرض ہو اس جوان کی شان
سلطانِ کاشی کا ہے وہ ذی جاہ　　ہیں شیر بھی اس کے آگے روباہ
ہیں پرجبت و شیبہ جنگ میں فرد　　کنتی بھوج ایک ہے جواں مرد

اوم

شریمد بھگوت گیتا

موسومہ

نسیمِ عرفاں

پہلا ادھیائے

ارجن کی بے دلی (ارجن وشاد)

راجہ دھرتراشٹر کا وزیر سنجے سے خطاب

۱

میرے لایق وزیر سنجے
میرے قابل مشیر سنجے
مجتمع انام ہے کورکھشیتر
پاکیزہ مقام ہے کورکھشیتر
پانڈو دل ہے جہاں صف آرا
لشکر ہے پڑا جہاں ہمارا
ہیں آپ تو مخزنِ کمالات
فرمائیے کچھ وہاں کے حالات

اوم
منظوم
بھگوت گیتا
موسومہ
نسیم عرفاں

मोहनाशक श्रीकृष्ण

اِس عظیم الشّان صحیفہ کے اصل مفہوم کو بھی قائم و برقرار رکھا ہے جو ہر ایک ہندو کی نگاہ
میں نہایت گراں بہا ہے۔

مجھے اُمّید ہے کہ آپ کی اِس پُر خلوص محنت کے باعث وہ کثیر التعداد اصحاب
ہندوستان قدیم کے روحانی معیاروں کو سمجھ سکیں گے اور ان کی قدر کریں گے۔
جو اپنی زبان میں ایک ایسی تفسیر کی عدم موجودگی میں اُن سے اب تک بے خبر تھے۔

سروجنی نائیڈو۔

نسیمِ عرفان بلبلِ ہند مسز سروجنی نائیڈو کی نگاہ میں

"ہندوستان کی شہرۂ آفاق شاعرہ اور قابل ترین رہنما فخر الخواتین بلبل ہند مسز سروجنی نائیڈو نے اپنے گرامی نامہ میں نسیم عرفاں کے متعلق جن زرّین اور حوصلہ افزا خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ ان کے بغیر یہ صحیفہ کسی قدر نامکمّل رہ جاتا۔ اسی لئے موصوفہ کے ان خیالات کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے' اور مجھے اُمید ہے کہ فخر و مسرّت کے اُس احساس میں جو موصوفہ کے ان مشاہدات گرامی کے باعث میرے دل میں پیدا ہو رہا ہے' میرے دیگر قدردان حضرات بھی حصّہ لیں گے۔"

مُنوّر۔ لکھنوی

۲۰ کرزن روڈ۔ نئی دلّی
۵ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء

مشفقی لالہ بشیشور پرشاد مُنوّر

آپ نے اپنے منظوم ترجمہ گیتا بزبانِ اُردو کا کچھ حصّہ مجھے دکھایا۔ اس کے لئے میں آپ کی ممنون ہوں۔

اس یادگار تصنیف کے لئے سعی فرما کر اور اس کو پایۂ تکمیل پر پہنچا کر آپ نے کمال قابلیت اور ہمّت کا اظہار فرمایا ہے۔ آپ کو محض اصل عبارت کو سلیس اور مؤثر اُردو میں جو زور بیاں اور دلکش طرز ادا سے مملو ہے ترجمہ کرنے ہی میں کامیابی نہیں ہوئی ہے بلکہ آپ نے

گیتا کا نہیں کوئی بھی حِصّہ — دشنیّت شکنتلا کا قِصّہ

جوہر سحرِ[۱] زباں ہو جس کا — زیورِ حُسنِ بیاں ہو جس کا

تھا کارِ نسیم اگرچہ دُشوار — تیّار کیا مگر وہ گلزار

دُنیائے ادب ہے جس پہ شیدا — ہے رنگِ بہار جس سے پیدا

لیکن مرا باغ دوسرا ہے — مُشکل مری اور بھی سوا ہے

کیا اس میں کمالِ فن دکھاؤں — خاک ایسی زمیں میں گُل کھِلاؤں

بااینہمہ ہے مُجھے یہ اُمّید — ذرّے کو ملیگا اوج خورشید

کُھل جائیگا مجھ پہ بابِ مقصد — ہو جاؤں گا کامیابِ مقصد

ہوں گے احباب شاد و خنداں
پڑھ کر نظمِ نسیمِ عرفاں

[۱] مراد ہے مثنوی سحر سے جو مکرّمی حضرتِ اقبال ورما سحر ہتگامی کی بلند پایہ تصنیف ہے۔

مہرِ اُستادِ نکتہ ور ہے — حاصل مجھے سُرمۂ نظر ہے

خود رائی کے خیال سے دُور — کوسوں حدِ کمال سے دُور

اِک راہ روِ شکستہ پا ہوں — محتاجِ دُعائے رہنما ہوں

جامی ہوں میں نہ ہوں نظیری — کیا کوئی کرے گا حرف گیری

شاید بہ کمالِ صاف گوئی — اِس نظم پہ حرف زن ہو کوئی

نُزہت نہیں گلستاں کی اس میں — رفعت نہیں آسماں کی اس میں

یہ دال نہیں کمالِ فن پر — اِک داغ ہے دامنِ سخن پر

یہ حُسنِ بیاں سے ہے مبرّا — یہ لُطفِ زباں سے ہے مبرّا

کشتی اس بحر میں چلانا — ہے منھ یہ نسیم کا چڑانا

مُشکل اِس رائے کی ہے تردید — میں بھی کرتا ہوں اِس کی تائید

گو ٹھیک ہے معترض کا ارشاد — لیکن یہ بات بھی رہے یاد

گیتا فرضی بیاں نہیں ہے — قصّہ نہیں داستاں نہیں ہے

آئینہ یہ اِک ہے فلسفے کا — گنجینہ یہ اِک ہے فلسفے کا

دُرِّ شہوارِ معرفت ہے — بحرِ زخّارِ معرفت ہے

نغمہ یہ نہیں ترانۂ شوق[1] — نظم اِس میں نہیں فسانۂ شوق

[1] اشارہ ہے مثنوی ترانۂ شوق کی طرف جو ضیغم العصر علّامہ احمد علی شوق قدوائی مرحوم کی یادگار تصنیف ہے

احوالِ واقعی

اَسرارِ نہاں ہیں آشکارا | ہے جلوۂ ذاتِ عالم آرا
پردہ پردہ ہے نغمۂ ساز | نغمہ نغمہ ہے اپنی آواز
ذرّہ ذرّہ ہے نیّرِ آثار | قطرہ قطرہ ہے بحرِ زخّار
مرکز کی طرف ہے رُوح مائل | ہے اپنے کرم کی آپ سائل
ہے مائل سیرِ سُنبلستاں | مرغوب ہے نزہتِ گلستاں
پھیلی ہے جہاں شمیمِ عرفاں | چلتی ہے جہاں نسیمِ عرفاں
جس سے جُوئے یقیں رواں ہے | سرچشمۂ انگبیں رواں ہے
پیغام نشاطِ قلب لائیں | گلزارِ نسیم کی ہوائیں
دامن پھُولوں سے اپنا بھرلوں | بھگوت گیتا کو نظم کرلوں
یہ کام نہیں اگرچہ آساں | پھر بھی ہیں ذرا نہیں ہراساں
رگ رگ میں اُفق کا خوں رواں ہے | ہمّت ہے بلند دل جواں ہے

حاصل ہوا ہے مُلاحظہ یا مسموع فرما چکے ہیں۔ ڈاکٹر بھگوانداس نے خاص طور پر اس کے تین ادھیائے شملہ میں سُننے تھے۔ آپ نے ترجمہ پسند فرمایا۔ شاید یہی امر اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ ترجمہ حتی الامکان صحیح کیا گیا ہے۔ صرف بعض مقامات پر ضروریات شعری کے باعث کسی قدر اضافہ کردیا گیا ہے لیکن اس سے نفسِ مطلب میں کوئی فرق نہیں واقع ہوتا۔

ہندوستان کے بلند مرتبہ فلاسفر اور ادیب نیز رہنما عالیجناب ڈاکٹر بھگوانداس نے اِس ترجمہ کے سلسلہ میں جو مختصر الفاظ بطور حوصلہ افزائی تحریر فرمائے ہیں، ان کے لئے میں موصوف کا تہ دل سے شکرگزار ہوں۔ آپ کا وقت نہایت قیمتی ہے اور اِس قیمتی وقت میں سے آپ کا میرے لئے چند لمحے خاص طور پر نکالنا میری خوش قسمتی کا باعث ہے۔

اِس منظوم ترجمہ کی کتابت، طباعت اور اشاعت میں جن جن حضرات نے دلچسپی فرمائی ہے اُن کا بھی میں دل سے ممنون ہوں، اور خاص طور پر اپنے دوست مسٹر شیونراین بھٹناگر ایڈیٹر اخبار "وطن" دہلی کا جن کے مفید مشوروں سے میں اِس ترجمہ کو حتی الامکان دیدہ زیب صورت میں پیش کرسکا ہوں۔ اب دیکھنا ہے کہ میری یہ ادبی خدمت مقبول بھی ہوتی ہے یا نہیں۔

میں تو کسی کے اِس قول کا قائل ہوں ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

بُلبلی خانہ دہلی۔ ۲۵ دسمبر

نیازمند بشیشور پرشاد مُنوّر

ان چند سطور کی کتابت ہونے کے بعد ہی یہ منظوم ترجمہ علاّمہ عصر جناب پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی دہلوی کی نگاہ سے بھی گذرا آپ نے اس کے متعلق جس رائے گرامی کا اظہار کیا ہے اُس کو بھی نہایت فخر کے ساتھ شامل کتاب کرتا ہوں۔ مُنوّر

مختلف طریق عمل کی ہدایت فرمائی ہے۔ اِن ہدایات میں ہر درجہ اور ہر مزاج کے انسانوں کے لئے طریقِ عمل ارشاد فرمایا گیا ہے اور اِن کا دائرہ کسی خاص مذہب، ملت، فرقہ یا قوم تک کے لئے محدود نہیں ہے۔ گیتا کی تعلیم عالمگیر ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی بھی انسان انکار نہیں کر سکتا۔ کاش ہم میں گیتا کی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق اور ہمّت ہو۔

اپنے منظوم ترجمہ کے سلسلے میں میں نے جن تراجم و تفاسیر سے مدد لی ہے اِن میں سب سے زیادہ قابلِ ذکر ترجمہ رائے بہادر پنڈت جانکی ناتھ مدن دہلوی کا ہے۔ جن کے دونوں باکمال فرزند یعنی علّامہ جناب پنڈت امرناتھ صاحب ساحرؔ اور پنڈت دینا ناتھ صاحب مغربی نے ابھی تک دارالخلافہ ہند سے زبانِ اردو کی تصوف اور الٰہیات کے ذریعہ بہترین خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اِس کے بعد گیتا پریس گورکھپور کی تفسیر نیز آنجہانی لوکمانیہ تلک کا نمبر ہے اس کے علاوہ ڈاکٹر اینی بسنٹ، شری نارائن سوامی، شری سوامی دیانند جی بی اے مرحوم مسٹر نہال چند ایم اے ایل ایل بی بیرسٹر ایٹ لاء الہ آباد، والد مرحوم ملک الشعراء منشی دوار کا پرشاد اُفقؔ جناب اجمل خاں ایم اے۔ علّامہ فیضی اور مہاتما گاندھی کے تراجم سے بھی کہیں کہیں مدد لی گئی ہے۔

گیتا کے مطالب صحیح طور پر ادا ہوئے ہیں یا نہیں۔ اِن کے متعلق اتنا عرض کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اکثر حصّوں کو گیتا کے وہ ماہرین جن سے فیض حاصل کرنے کا شرف مجھے

خاص طور پر نظر رکھی گئی ہے مگر گیتا کے مطالب بہرحال دقیق ہیں اور اگر کہیں کہیں بتقاضائے مطالب اس مطمح نظر سے گریز ہوگیا ہو تو یقیناً وہ قابلِ معافی ہونا چاہیئے۔ فنّی اعتبار سے ترجمہ کی کامیابی یا ناکامیابی کا فیصلہ اہلِ نظر پر منحصر ہے۔ تاہم میرا دل حوصلہ اور اُمید سے بھرا ہوا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اہلِ فن میری اس ادبی خدمت پر صاد فرمائیں گے۔ خاص طور پر اس وجہ سے کہ دلّی اور لکھنؤ کے اکثر ماہرانِ فن نے اِس کے متعلق میری حوصلہ افزائی کی ہے۔ یہ اِسی حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ ترجمہ برابر جاری رہا اور ایک روز پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔

گیتا کے دوسرے منظوم تراجم کے بمقابلہ اس ترجمہ کی کیا امتیازی خصوصیت ہے میرے خیال میں یہ سوال پیدا نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ ہر چیز اپنی جگہ پر بہرحال اچھی ہے اور کوئی نہ کوئی ضرورت مہیّا کرتی ہے۔ مُناسب تو یہی ہے کہ اس قسم کے توازن و تقابل کا خیال دل سے خارج کر دیا جائے۔

ہر ایک مفسّر اور مترجم نے بالعموم گیتا کے متعلق اپنے نظریہ کی وضاحت کی ہے اور اگر مجھ سے بھی اس قسم کی توقع کی جائے تو شاید بیجا نہ ہوگا لیکن میں اس معاملہ میں تجملِ سخن ہی اختیار کرنا پسند کروں گا کیونکہ گیتا کا ترجمہ یونہیں کافی حجیم و ضخیم ہوگیا ہے تاہم اپنے ذاتی اعتقادات سے قطع نظر کر کے میں جن عام نتایج پر پہنچا ہوں ان میں سے ایک نتیجہ یہ ہے کہ گیتا کی تعلیم کا خاص مقصد یکسوئی قلب ہے اور صرف اسی مقصد کی تکمیل کے لئے بھگوان کرشن نے

چند سطور

زبانِ اُردو کی شہرۂ آفاق **مثنوی گلزارِ نسیم** کی بحر میں **بھگوت گیتا** کا منظوم ترجمہ پیش کرنے کی سعادت آج مجھے حاصل ہو رہی ہے۔ اِس مقدّس صحیفہ کے اور بھی متعدد تراجم اُردو زبان میں موجود ہیں۔ اِن تراجم کے باوجود ایک منظوم ترجمہ کی کیا ضرورت تھی، اس کا جواب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ قدرت ایسا چاہتی تھی۔

البتّہ اتنا اضافہ اور کیا جا سکتا ہے کہ اگست یا ستمبر ۱۹۲۳ء میں لاہور کے مسرز سنت سنگھ اینڈ سنز نے جو اس سے قبل مجھ سے والمیکی رامائن کا ترجمہ کرا چکے تھے بھگوت گیتا کے ترجمہ کی فرمائش کی۔ نجی وجوہ کی بنا پر میں اس فرمائش کی تعمیل نہ کر سکا لیکن اسی اثنا میں طبعی تحریک سے منظوم ترجمہ شروع ہو گیا تھا میں نے اسے اپنی ادبی تشنگی کے دور کرنے کا ایک وسیلہ سمجھ لیا اور روزانہ دو گھنٹے اس کے لئے وقف کر دیئے کیونکہ بہرحال یہ وقت کا بہترین استعمال تھا۔ ترجمہ میں پورے ۲ دو سال صرف ہو گئے۔ اِس مُدّت میں وہ درمیانی مختصر و طویل وقفہ بھی شامل ہیں جو دنیادارانہ زندگی کی مختلف ذمّہ داریوں کے باعث تکمیلِ مدّعا میں گاہے ماہے حائل ہوتے رہے۔

ترجمہ میں حتیٰ الامکان زبان کی صفائی، معانی کی وضاحت اور سلاست و روانی پر

درویش حق شعار تھا کامل فقیر تھا　　کعبہ مُطیعِ جُنبشِ چشمِ ضمیر تھا

مجھے افسوس ہے کہ مضمون ختم کرنا پڑتا ہے، لیکن اہلِ نظر انہیں اقتباسات سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ جناب منوّر کے کلام کا کیا پایہ ہے، اور آپ نے بھگوت گیتا کو نظم کرنے میں بھی کہاں تک کامیابی حاصل کی ہوگی۔

موجودہ زمانہ میں جب فرقہ دارانہ تعصّب کی مسموم ہوا سیاسیات سے گزر کر فضائے ادب کو بھی مکدّر کر رہی ہے، نسیمِ عرفاں جیسی کتابوں کی ضرورت ہے، تاکہ ایک دوسرے کے علم و ادب اور بالخصوص فلسفۂ زندگی کا مطالعہ کر کے باہمی غلط فہمیوں کا سدِّ باب کیا جا سکے۔ بھگوت گیتا مسائل زندگی کا بہترین حل مُہیا کرتی ہے، اور اسی سے اس کا منظوم ترجمہ فرما کر جناب منوّر نے ایک خاص قابلِ قدر خدمت انجام دی ہے، جس کے لئے ہم آپ کو مبارکباد دیتے ہیں۔ آپ کے ارادے نیک ہیں، اور بھگوت گیتا کا منظوم ترجمہ بھی انہیں ارادوں کا نتیجہ ہے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ فضلِ ایزدی جناب منوّر کے شریکِ حال رہے، اور آپ کا یہ ادبی کارنامہ ملک و قوم کے لئے ایک نعمت ثابت ہو۔

(دستخط) گورسرن لال، ادیب

منزلت اس کی ہمیشہ تجھے لازم ہے عزیز — ڈیڑھ دو گز کا یہ ڈھانچا ہے بڑے کام کی چیز
جہد ہستی کے لئے ہے یہی میدان مصاف — جو نہیں یہ تو کہیں بھی نہیں امکان مصاف
اقتدار اس پہ کچھ ارکان وطن کا بھی ہے — اختیار اس پہ کچھ ابنائے زمن کا بھی ہے

گھر یہ اللہ کا ہے اس کی حفاظت کرنا
کفر ہے قالب خاکی کی مذمت کرنا

مسدس سیتا ہرن میں اُس موقع کا جب راون فقیر کی شکل میں سیتا جی سے دان مانگنے کیلئے گیا ہے، کیا خوب بیان کیا ہے۔

جنگل میں تھا فقیر کی امداد کا خیال — دیتی نہ دان راجکماری یہ تھا محال
معصومیت سے کچھ نہ سمجھ پائیں اس کی چال — سیتا اُٹھیں کہ رد نہ برہمن کا ہو سوال

درمان بے نوائی درویش کر دیا
جو کچھ تھا پاس ادب سے اسے پیش کر دیا

درویش نے نہ تحفۂ سیتا کیا قبول — بولا نہیں ہے دان کے دینے کا یہ اصول
اس در پہ مانگنا ہی تھا میرے لئے فضول — ردِ سوال سے مجھے تم نے کیا ملول

رہتی ہو دور دور گدائے غریب سے
دینا اگر ہے دان مجھے دو قریب سے

سیتا نے اصل راز کا اظہار کر دیا — باہر قدم کو رکھنے سے انکار کر دیا
مقصد براریوں کو جو دشوار کر دیا — درویش کینہ ساز کو بیزار کر دیا

اصرار تھا کہ دان مجھے باہر آکے دو
دو شوق سے، ذلیل نہ لیکن بنا کے دو

گرونانک کی تعریف میں رطب اللسان ہو کر ایک روایت سے کام لیتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

خاک سے اس کی جلا آئینۂ عصمت کو ہے — ناز اس کی آبرو پر جوہر عفت کو ہے
مادر ہندوستان کا سینۂ تاباں ہے یہ — گوش مستورات کا اک گوہر غلطاں ہے یہ
دیکھتا چشم عقیدت سے ہو اک عالم اسے — لکھتے ہیں پیشانی نسواں کی بندی ہم اسے
خون اعدا کی بھی سرخی مانگ کے سیندور میں — جوت بھی جوالا مکھی کی چہرۂ پر نور میں

"پریم ناؤ" کے عنوان سے ایک طویل اور محاکاتی نظم کے آخر میں کہا ہے ؎

پریم کی دادو ہے خود پریم ہی دینے والا — پریم کی ناؤ ہے خود پریم ہی کھینے والا

نظم "بادل" میں ایک ٹیپ کا شعر ہے ؎

یوں سمندر سے فلک پر جھوم کر بادل چلے
کامنی جس طرح کوئی بھر کے جمنا جل چلے

"طاؤس" کی شان و شوکت کا نقشہ ملاحظہ ہو

شوکت و جبروت کا ہے آئینہ ہستی تری — طرۂ فائق ہے اس پر شان خود مستی تری
تیرا ہمتا کوئی تیری شان و شوکت میں نہیں — یہ لباس فاخرہ شاہوں کی قسمت میں نہیں
تو ہے دارا منزلت طالع ہو اسکندر تیرا — مائل تسخیر ہے حسن جہاں پرور ترا
عالم پرواز میں جاری ترا فرمان ہے — شوکت پرویز تیری شان پر قربان ہے

بادشاہ اودھ نواب غازی الدین حیدر کی خشک نہر پر یوں آنسو بہاتے ہیں ؎

غازی الدین کی بنوائی ہوئی نہر قدیم — تجھ کو میں دور سے کرتا ہوں ادب سے تسلیم
یاد آیا کہ کبھی غیرت جوئے تسنیم — تجھ کو برباد جو دیکھا تو مرا دل ہے دو نیم

ریگ کو تہ میں تری محو روانی پایا
ایک بھی بوند مگر آہ نہ پانی پایا

انسانی قالب کی عظمت جتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ؎

اور اسی سے جناب برقؔ سیتاپوری نے بجا طور پر فرمایا ہے کہ جناب منورؔ کچھ عرصہ میں لکھنؤ کی طرف سے حسرا
چکبست کی کمی پوری کریں گے۔ غزلوں کی طرح آپ کی چھوٹی بڑی نظموں کی تعداد ۲۰ سے زیادہ ہے، اور
ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است کا عالم ہے، صرف ایک دو مقامات سے مثال پیش کر دینا لطف کلام کا
اندازہ کرنے کے لئے کافی نہیں ہوسکتا مگر کچھ نہ پیش کرنے سے یہی بہتر ہے نظموں کے اقتباسات پیش
کرنے کے قبل یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ اردو زبان کی شاعری میں مقامی رنگ کی بہت کمی ہے۔
قدیم شعراء میں تو کسی حد تک یہ چیز موجود تھی، لیکن متوسطین میں بالکل مفقود ہوگئی۔ البتہ عہد حاضرہ کے
بعض شعراء نے اس طرف توجہ فرمائی ہے، اور ان میں سے ایک ذات جناب منورؔ کی بھی ہے۔ آپ کے یہاں مقامی رنگ
بہت خوبی کے ساتھ موجود ہے "ابر باراں" کے عنوان سے ایک نظم لکھی ہے، اس کا ایک بند میرے دعوے
کی بیّن دلیل ہے، ملاحظہ ہو سے

جامنی رنگ کا مشرق سے اُٹھا ہے بادل — دیدۂ چرخ میں یا پھیل گیا ہے کاجل
مست ہاتھی چلے آتے ہیں باندھے ہوئے دل — آبنوسی کوئی گردوں پہ بنا ہے یہ محل
مُرغ آبی کہیں کس طرح کہ بلے پر ہے یہ
ایک اُڑتا ہوا پانی کا سمندر ہے یہ

فلسفۂ انقلاب کے عنوان سے ایک مسدس میں فرماتے ہیں سے

ہر زباں پر ان دنوں ہیں نعرہ ہائے انقلاب — گونجتی ہر سو فضا میں ہے صدائے انقلاب
آج ہی سے کچھ نہیں ہے ابتدائے انقلاب — چل رہی ہے روز اوّل سے ہوائے انقلاب
ترجمانِ قلب فطرت خلق کی آواز ہے
گو نیا عنوان نئی سرخی نیا پرداز ہے

مہارانی لکشمی بائی کی چھتری کے بارے میں ارشاد ہے سے

گوہر ناموس ہندوستان کا گنجینہ ہے یہ — جذبۂ شوہر پرستی کا اک آئینہ ہے یہ

اشعار

بڑی مشکل سے ہوتا ہے میسر خاک ہونا بھی — گرے بجلی اگر تو آپ آجائے نشیمن پر

اختیارات کی بنیاد خیالات پہ ہے — خود کو سمجھے جو نہ مجبور وہ مجبور نہیں

ستم انگیز کئے پھر بھی وفا کوش رہے — ہم ہیں وہ ساز جو چھیڑو بھی تو خاموش رہے

پلٹا ہی نہ کھائے کبھی تقدیر کسی کی — ایسا بھی کہیں اے دلِ ناشاد ہوا ہے

کچھ ان کی نگاہوں کا بھی پایا ہے اشارہ — جب جا کے اثر نالۂ فریاد ہوا ہے

پردۂ خاک کو رنگین بنانے والے — سلسلہ تا بکجا یہ چمن آرائی کا

دیکھیں جب اپنے عکسِ مکمل کی شوخیاں — انساں بنا دیا اسے پروردگار نے

عیب بینی کی طرف جب کبھی اٹھتا ہے خیال — ہم خود اپنی ہی طرف دیکھ لیا کرتے ہیں

بدلتے دیکھ کر دم دم پہ اس کو سخت حیراں ہوں — یہ کس کے رنگ رخ پر انحصار رنگ محفل ہے

بے خودی ہم ترے احسان کے قائل ہوئے — کچھ خودی مٹ نہیں جاتی ہے خدا ہونے سے

دیکھنا ٹھیس نہ لگ جائے اِن آئینوں کو — موت سے بڑھ کے ہے جذبات کی تحقیر مجھے

پسینہ جذب ہو کر رہ گیا خود اس کے دامن میں — یہ حاصل بھی جبینِ بندگی کا کوئی حاصل ہے

بھول جانا حدودِ امکاں کو — کسی بیکس کی بیکسی کیا ہے

چمن والو اسے بھی رشکِ گلشن تم بنا دیتے — تمہیں رنگیں نوا ہو کر اسیر دام ہونا تھا

ہیئت دل کا مدارج پر ہے اسکے انحصار — یہ کسی منزل میں پانی ہے کسی منزل میں آگ

بدحواسی میں نظر تھی وقفِ نیرنگِ امید — ڈوبنے والوں کو اک تنکا بھی ساحل ہو گیا

جناب منور کی نظمیں بھی ایک خاص حیثیت رکھتی ہیں تخیل کے ساتھ ساتھ برجستہ تشبیہات اور پسندیدہ استعارات سے آپ عجیب لطف پیدا کرتے ہیں۔ آپ کی نظموں میں نظر کا سا حسن بیان اور سرور کی سی روانی ہے۔ مسدسوں میں انیس کا رنگ جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ قومی رنگ میں بھی کہتے ہیں
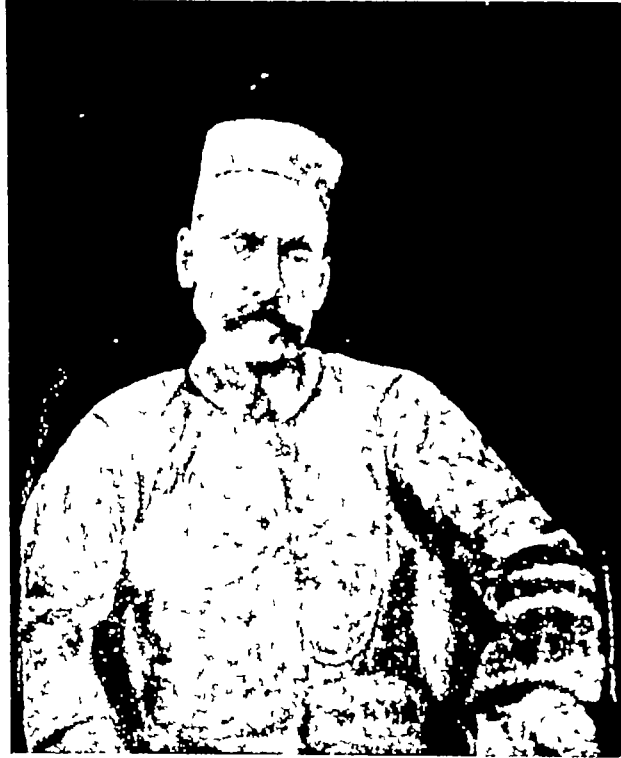
رہنمائے منوّر - نبّاض سخن - منشی نوبت رائے نظر مرحوم

اور جناب منورؔ کا بھی خاص کمال یہ ہے کہ غزل اور نظم دونوں میں حسنِ بیان و لطافتِ زبان کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور کیوں نہ ہو آپ ایک ایسے استاد کے شاگرد ہیں جس کے کلام میں یہ دونوں خوبیاں ایک خاص امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ غالبؔ کا رنگ رکھتے ہوئے بھی غزل میں جناب منورؔ اُستاد کے طرزِ ادا پر فریفتہ نظر آتے ہیں، آپ غزل گوئی کی مشکلات سے واقف ہیں اور اسی سے فرماتے ہیں کہ ؎

تصنیفِ غزل کیا کوئی آساں ہے منورؔ　　اِس فن میں نظر سا بھی اک اُستاد ہوا ہے

جناب منورؔ کے کلام میں ایک بات خاص طور پر پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ مشکل زمینوں میں نہایت خوبی کے ساتھ صاف اور پُر کیف اشعار فرماتے ہیں، یہ خوبی دورِ حاضرہ میں کم شعراء کے یہاں ملے گی۔ ایک مطلع ہے ؎

خدا کے واسطے بھولیں نہ خستہ حالوں کو　　بہت ملے گا خدا سے فراغ بالوں کو

کس زمین میں کیسا پُر اثر مطلع فرمایا ہے ایسی ہی چند مثالیں اور بھی ہیں ملاحظہ ہوں ؎

نہ ادھر سے ہے یہ پیدا نہ اُدھر سے پیدا　　حدِّ امکاں ہے، مری حدِّ نظر سے پیدا

نہ کچھ دعا نہ دوا کے اثر سے اچھی ہے　　طبیعت اب ترے حُسنِ نظر سے اچھی ہے

ایک غزل کے چند شعر قابلِ ملاحظہ ہیں ؎

اب نہ آبادی کی مٹی ہے نہ ویرانے کی خاک　　اور ہی کچھ ہوگئی ہے تیرے دیوانے کی خاک

اور بربادی سے بڑھ جائیگی اس کی آب و تاب　　آتشِ سیال بن جائیگی پیمانے کی خاک

دیدنی ہے اے منورؔ شانِ مرگِ بیخودی　　اُڑ کے ہفت افلاک پر پہونچی ہے دیوانے کی خاک

آپ کی غزلوں میں قدیم اور جدید دونوں قسم کا رنگ پایا جاتا ہے، اور اکثر اشعار حقائق و معارف واقعہ نگاری اور اخلاقیات سے معمور ہوتے ہیں۔ بعض اشعار میں اشارۃً و کنایتہً مسایلِ حاضرہ پر بھی نہایت خوبی کے ساتھ روشنی ڈالی جاتی ہے، لیکن با ایں ہمہ ہر شعر غزل کے انداز میں ڈوبا ہوتا ہے۔

تمثیلاً چند اشعار درج ذیل ہیں۔

مانع ہے ادب نہیں تو کہہ اُٹھتا ہیں — خیّام کی روح میرے قالب میں ہے

چنانچہ شراب کی تعریف میں فرماتے ہیں رُباعی

سامانِ سرور کچھ بہم ہو جائے — خامہ مِرا اک مے کی قلم ہو جائے
ہے میری نظر میں چومنے کے لائق — جس کلک سے وصفِ مے رقم ہو جائے

اپنی رُباعیوں میں آپ فلسفۂ وحدت کے رموز رندانہ پیرایہ میں نہایت لطف کے ساتھ بیان فرماتے ہیں ؎

خود اپنی کشید کی ہوئی پیتا ہوں — لگتے نہیں دام مفت کی پیتا ہوں
رہتا ہے خیال دین و دُنیا کا بجھے — یا جو مے ہے حلال میں وہی پیتا ہوں

ہنگامہ یہ ہر سمت ہے برپا کیسا — میخانہ میں چھایا ہے اندھیرا کیسا
ساغر ہے جُدا جُدا مگر ہے مے ایک — پینے والوں میں پھر یہ جھگڑا کیسا

قسامِ ازل نے جناب منوّر کو ایسا دل دیا ہے جو خدا پرستی کی طرف مائل ہے۔ آپ کے کلام میں ہمیشہ حمد اور مناجات بہت پُر کیف ہوتی ہے، کیونکہ "دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔" رُباعی

ہنگام سحر دست بداماں ہوں میں — اک سائل بارگاہ یزداں ہوں میں
تاریکیٔ قلب دور کرنا ہے مجھے — خورشید سے روشنی کا خواہاں ہوں میں

غزلوں میں غالبؔ کا رنگ نمایاں ہے خود بھی ایک رُباعی میں فرماتے ہیں ؎

رندانہ جھلک مرے مطالب میں ہے — ڈوبا ہر لفظ رنگ غالبؔ میں ہے

تاہم مرزا غالبؔ کی تقلید بیجا کے جو خراب اثرات ان دنوں رُونما ہیں ان سے حضرت منوّر کا کلام بالکل پاک ہے۔ بندش و تراکیب کی غرابت جو اکثر بے راہ حضرات کا شیوہ بن گئی ہے جناب موصوف کے بیان میں ذرا بھی نہیں ہے۔ شاعری کے کمال کا بیشتر راز الفاظ میں مضمر ہے۔ خواجہ آتش مرحوم نے خوب فرمایا ہے ؎

بندش الفاظ جڑنے سے نگوں کے کم نہیں — شاعری بھی کام ہے آتش مُرصّع ساز کا

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دورِ حاضرہ میں اُردو کی توسیع و ترقی میں نہایت سرگرمی سے جد و جہد کی جارہی ہے، اور یقیناً اُردو زبان کے ہر بہی خواہ کو تصانیف و تالیفات کی روز افزوں کثرت نیز عام رجحان کو دیکھ کر بیحد مسرت ہوگی، تاہم دوسری طرف یہ امر قابلِ افسوس ہے کہ مقدار کی کثرت کے ساتھ ساتھ بنیر پست مذاقی اور فنِ شعر سے ناواقفیت بھی نمایاں ہوتی ہے۔ بعض حضرات بلند آہنگی پر فریفتہ ہوتے ہیں تو اس درجہ کہ شعر بے نیازِ معنی ہوجاتا ہے۔ الفاظِ غیر مانوس کی کثرت کبھی کبھی شعر کو بے لطف بنادیتی ہے۔ محاکات اور معاملہ بندی میں اکثر یہاں تک عریاں بیانی ہوتی ہے کہ پردہ حیا چاک چاک ہوجاتا ہے۔

ہم نہایت فخر و مسرت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ جناب منور کا کلام جس طرح جواہرِ حقیقی کا گنجینہ ہے اسی طرح محاسنِ صوری سے مالامال ہے، اس دورِ افراط و تفریط میں جو چیز آپ کی شاعری میں خاص طور پر امتیازی حیثیت رکھتی ہے وہ سلامتی مذاق ہے۔ کیوں نہ ہو، آپ نے علم و ادب کی فضا میں جنم لیا اور شعر و سخن کے گہوارہ میں پرورش پائی۔ اگرچہ حضرت آفق کا سایہ صغرسنی ہی میں سر سے اُٹھ گیا تھا، لیکن جناب نظر کی نقادانہ نظر نے اِس دُرِ یتیم کو چار چاند لگا دیئے۔

اِس مختصر مضمون میں اتنی گنجائش نہیں کہ جناب منور کے کلام پر بالتفصیل بحث ہوسکے، آپ نے جملہ اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ ہر صنف کا نمونہ پیش کرنا اور اس کے محاسن سے روشناس کرانا اگرچہ میرے لئے ایک خوشگوار فرض ہے، مگر جناب منور کی تاکید پر تاکید کہ اختصار ملحوظ رکھا جائے مجھے مجبور کرتی ہے کہ اِس سعادت سے محروم رہوں۔

صرف چند اشعار مختلف اصناف سے لیکر پیش کرتا ہوں۔ میرا یہ دعویٰ نہیں کہ جناب موصوف کے یہ بہترین شعر ہیں نہ میں نے بہترین اشعار کی جستجو کی ہے۔ جو اشعار سامنے آگئے اُنہیں کو حاضر کرتا ہوں۔ بہترین اشعار کا پیش کرنا اگرچہ سامعین و ناظرین کے لئے ضرور اچھا تھا تاکہ ان کے مذاق کو ٹھیس نہ لگ سکے لیکن اس سے شاعر کی حقیقت پر پردہ پڑ جاتا ہے اور نقاد نگاہیں اس کی فطرت کا صحیح اندازہ کرنے سے محروم رہتی ہیں رباعیات میں آپ نے زیادہ تر خیام کا طرز اختیار کیا ہے۔ خود فرماتے ہیں ؎

اب تک موجود ہیں۔ افسوس ہے کہ وہ آج تک شائع نہیں ہوسکیں۔ جناب افق ایک باکمال اور نغزگو شاعر ایک فاضل ادیب اور صحیفہ نگار تھے۔ کئی ناول اور ڈرامہ بھی آپنے تصنیف کئے۔ الغرض عجیب و غریب دماغ پایا تھا۔ ایسی ذہین اور طبّاع ہستیاں بہت کم پیدا ہوتی ہیں۔ طبیعت میں استغنا حد درجہ کا تھا۔ شراب نوشی کے بیحد شوقین تھے۔ آپ فرماتے ہیں ؎

افق کی میکشی کی حافظ شیراز کی صورت　　زمانہ بھر میں شہرت لکھنؤ سے ہوتی رہتی ہے

آپ ایک آزاد منش اور رند مشرب بزرگ تھے۔

لکھنؤ کے مشہور کامل فن شاعر اور ادیب منشی لچھمن پرشاد صاحب صدر جناب منوّر کے خسر تھے۔ آپ کی ذات دنیائے ادب کے لئے خاص طور سے قابل فخر تھی ۱۹۳۲ء میں آپنے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ فارسی کے ایک جید فاضل تھے۔ زیادہ تر کلام فارسی میں ہے جو نہایت بلند پایہ ہے۔ آپ حضرت آغا سنجر ایرانی کے تلامذہ میں تھے۔ اردو میں آپکا سلسلہ تلمذ اپنے استاد منشی خیراتی لال شگفتہ کے ذریعہ مومن تک پہنچتا ہے۔ ان حالات سے ظاہر ہے کہ جناب منوّر کا شعر و سخن سے دلی محبت ہونا مقتضائے فطرت تھا۔ اب تک آپ نے متعدد تصنیفات و تالیفات کے ذریعہ خدمت ادب کی ہے۔ جن میں سے چند خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یعنی دیش بندھو مسٹر سی، آر، داس مرحوم کی تصنیف ساگر سنگیت کا ترجمہ جو "بحر ترنّم" کے نام سے باقساط رسالہ "زمانہ" میں شائع ہوکر بہت مقبول ہوا۔ آپ کی رُباعیات و قطعات کا ایک مختصر مجموعہ "نذر ادب" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ نثر میں آپنے بالمیکی رامائن اور گوسوامی تلسی داس کی مشہور و معروف تصنیف "بنے پترکا" کا بھی ترجمہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ صوبہ بہار کے باکمال بھگت شری روپ کلا بھگوان پرشاد جی کے سوانح حیات بھی تحریر فرمائے ہیں۔ آخر الذکر دو کتابیں ابھی تک شائع نہیں ہوسکی ہیں۔

جناب منوّر کے مختصر حالات اور کلام کا نمونہ خواجہ عشرت لکھنوی کی تصنیف ہندو شعرا نیز حضرت برق سیتاپوری کے تذکرۃ الشعراء میں درج ہے۔

اب ہم جناب منوّر کے کلام کے متعلق بحث کریں گے۔

ادبی خدمات سے اِن بزرگوں کا نام روشن ہے۔

پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ جناب منوّر خاندانی شاعر ہیں، چنانچہ ایک جگہ خود فرماتے ہیں ؎

شاعری سے نہ منوّر کو ہو کیونکر رغبت　　　　پانچ پشتوں سے یہی شوق چلا آتا ہے

یہ سلسلہ منشی اودے راج مطلع کی ذات سے شروع ہوتا ہے۔ منشی ایشوری پرشاد شعاعی ان کے باکمال فرزند تھے۔ دونوں بزرگوں کے کلام فارسی کا کچھ حصہ اب تک موجود ہے۔ ایشوری پرشاد صاحب کا مجموعہ لمعات شعاعی بھی قابلِ قدر چیز ہے۔ شعاعی صاحب کے فرزند منشی پورن چند اور منشی رگھونندن پرشاد تھے۔ پورن چند صاحب کو نثر نگاری ہی ملکہ تھا شعر کہتے تھے مگر بہت کم۔ مشہور اخبار "تمنائی" کی بنا انہوں نے ڈالی جو جناب تمنا کی زیرِ ادارت عرصہ تک لکھنؤ سے نکلتا رہا۔

منشی رام سہائے صاحب تمنا منشی پورن چند کے فرزند اکبر تھے۔ تمام ملک میں آپ کا نام اور کلام مشہور ہے۔ نظم و نثر دونوں خوب لکھتے تھے۔ آپ نے تمام عمر علم و ادب کے ذریعہ مذہب اور ملک کی خدمت کی۔ خواجہ الطاف حسین حالی کی طرح آپ نے بھی دامنِ اردو میں بہت سے مذہبی، اخلاقی اور نیچرل رنگ کے گلہائے مضامین جمع کئے بھگوت گیتا منظوم آپ نے بھی قلمبند فرمائی ہے اور رباعیاتِ عمر خیام کا اردو رباعیوں میں ترجمہ بھی کیا ہے۔ جو نولکشور پریس کے قبضہ میں ہے۔ آپ کی تصانیف بیشمار ہیں۔ ۱۹۳۲ء میں تقریباً ۷۰ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔

منشی پورن چند کے دوسرے صاحبزادے منشی ماتا پرشاد دیساں رنگِ قدیم کے کہنہ مشق اور رنگیں بیاں شاعر نیز متعدد تواریخ کے ناظم ہیں۔ آپ اس وقت پیرانہ سالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

منشی پورن چند کے تیسرے صاحبزادے ملک الشعراء حضرت آفتؔ نہ صرف اپنے خاندان کے لئے بلکہ قوم کیلئے مایۂ ناز تھے۔ تمام ملک نے آپ کے زورِ قلم کا لوہا مانا ہے۔ دکن اور پنجاب میں خاص طور پر قدردانی ہوئی۔ اردو میں نظم اخبار نکالنے کا فخر صرف آپ ہی کو حاصل تھا۔ رامائن یک قافیہ گورو گوبند سنگھ کی منظوم سوانح عمری مہابھارت، رامائن اور ٹاڈ راجستان کے تراجم آپ کی لاثانی یادگار ہیں۔ الف لیلیٰ (نظم و نثر) نولکشور پریس کے مرحوم ہنر شناس پروپرائیٹر آنریبل رائے بہادر منشی پراگ نارائن بھارگو کے ایما سے کیا۔ جس کی ضخیم جلدیں پریس میں ہیں

تعارف

(از جناب منشی گوبردھن لال صاحب ادیب بی، اے لکھنوی)

میرے لئے یہ امر باعثِ فخر ہے کہ بھگوت گیتا کے اِس منظوم ترجمہ کا مطالعہ کرنیوالوں سے اِس کے باحوصلہ اور باکمال مترجم کا تعارف کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

منشی بشیشور پرشاد صاحب المتخلص بہ مُنوّر لکھنوی کے ایک خاندانی شاعر ہیں اور ملک الشعراء منشی دوارکا پرشاد اُفق خلد آشیانی کے فرزند اور اُستادِ سخن منشی نوبت رائے نظر لکھنوی کے شاگردِ رشید ہیں۔ یہ دونوں باتیں اس امر کی کافی ضمانت ہیں کہ جہاں تک زبان کی خوبیوں کا تعلق ہے، جناب مُنوّر کا کلام قابلِ قدر ہوگا۔ عملی طور پر بھی اِس کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ لکھنؤ، دلّی اور نیز ادبی حلقوں میں آپ کا کلام قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

آپ بمقام لکھنؤ جولائی ۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئے۔ ستمبر ۱۹۱۳ء میں اپنے باکمال اور شفیق باپ کے سایہ سے محروم ہو گئے۔ اس سے چھ ماہ پہلے آپکو اپنے بڑے بھائی منشی رام شنکر پرشاد کی جوانا مرگ کا صدمہ برداشت کرنا پڑا جو صرف ستائیس (۲۷) سال کی عمر میں دفعتہً مرضِ طاعون میں مُبتلا ہوکر راہیٔ مُلکِ بقا ہوئے۔ مرحوم ایک ہونہار مضمون نگار تھے۔ اخبار "تفریح" لکھنؤ کے ایڈیٹر اور "اودھ اخبار" کے حلقۂ ادارت کے رکن رکین تھے۔ حضرت اُفق فرزندِ اکبر کی مفارقت برداشت نہ کر سکے اور چھ ماہ بعد بعمر ۴۹ سال آپ نے پیکرِ عنصری کو خیر باد کہدیا۔

یکے بعد دیگرے بھائی اور باپ کی وفات نے جناب مُنوّر کا سلسلہ تعلیم منقطع کر دیا، لیکن یہ کمی ۱۹۱۹ء میں کسی حد تک پوری ہوگئی یعنی اشغالِ ملازمت و خدمات ادبی کے ساتھ ساتھ آپ نے پرائیویٹ امتحان دیکر انٹرنس پاس کر لیا۔ ساتھ ہی مطالعہ کا سلسلہ جاری رہا۔

شاعری کی ابتدا ۱۹۱۰ء سے ہوئی۔ کچھ کلام والد مرحوم کو بغرض اصلاح دکھایا تھا۔ ۱۹۱۵ء میں آپ نے جناب نظر مرحوم کی رہنمائی قبول کی۔ مجھے یہ عرض کرنے میں نہایت مسرت محسوس ہوتی ہے کہ اپنی مسلسل کوشش اور فطری ذہانت سے جناب مُنوّر نے تھوڑے ہی عرصہ میں دونوں بزرگوں کی جانشینی کا فخر حاصل کر لیا، اور آپ کی
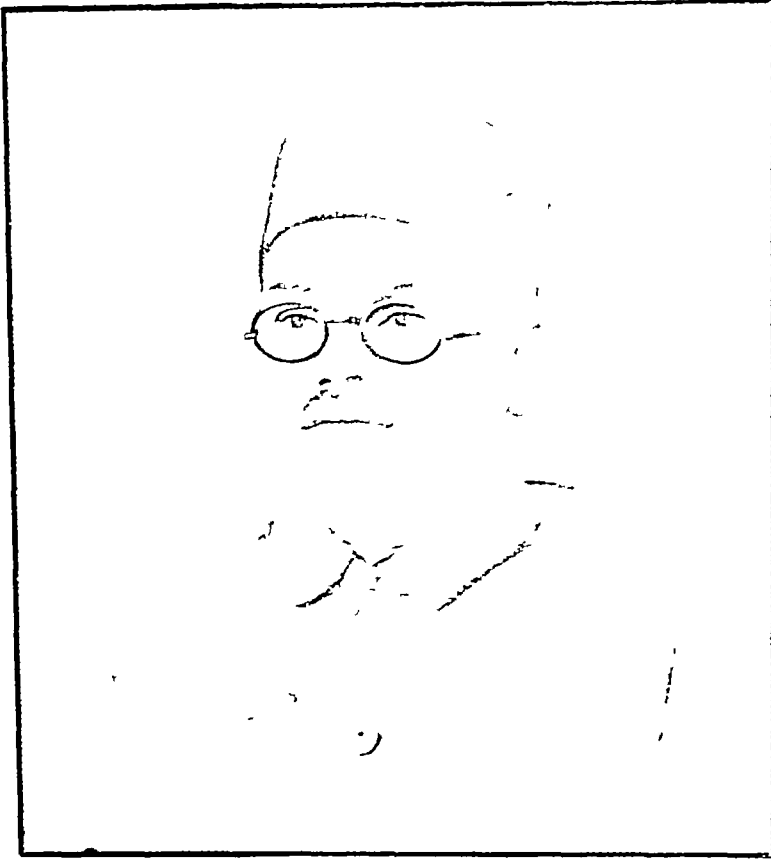
منوّر خوں رگوں میں ہے افقؔ سے کاملِ فن کا
ہدایت میں ہوں میں نازاں نظرؔ سے کاملِ فن پر

فردوسِ نظر ہے حُسن تحریر — ویدانت کے فلسفہ کی تفسیر
فرحت دہ جاں نسیمِ عرفاں — ہے یک بہار باغِ رضواں
تازہ کُن رُوح، وجد انگیز — بُوئے گل معرفت سے لبریز
گنجینۂ جوہرِ طریقت — آئینۂ جلوۂ حقیقت
یہ اہلِ نظر کا ارمغاں ہے — اکسیرِ حیاتِ جاوداں ہے
بھگوان کرشن کا یہ اُپدیش — ویدوں کا ہے سار بے پس و پیش

مقبول ہو برق یہ صحیفہ
ہر طالب حق کا ہو وظیفہ

نسیمِ عرفاں

افتخار الشعرا حضرت برقؔ دہلوی کی نظر میں

اے شاعرِ خوش بیاں منوّر
اے فخرِ سخنوراں منوّر

سرآمدِ طرزِ نکتہ دانی
دلدادۂ شاہدِ معانی

نقّاشِ ادائے حُسنِ فطرت
غمّازِ نوائے رازِ قُدرت

سرمستِ شرابِ نابِ عرفاں
جاں باختۂ سرودِ مستاں

تُو ہے مئے معرفت کا ساقی
تا دیر رہے گا نام باقی

گیتا کو کیا ہے نظم کیا خوب
پیرایہ ہے دلنشیں خوش اسلوب

اُردو میں یہ فلسفہ نگاری
یہ حُسنِ رقم، یہ سحر کاری

اعجازِ سخن یہ گلفشانی
رنگینی شگفتگی روانی

یہ رازِ جلی کی ترجمانی
یہ سرِّ خفی کی غیب دانی

تالیف کا حق ادا کیا ہے
حق یہ ہے کہ اصل کا مزا ہے

گیتا کے بے شمار ترجمے اُردو کی نثر اور نظم میں ہو چکے ہیں اور بہت سے اچھے اور مقبول ہو چکے ہیں ؎

پر بحرِ سخن سدا ہے باقی
دریا نہیں کاربندِ ساقی

میں نے پیشِ نظر منظوم ترجمے کو جستہ جستہ دیکھا نفسِ معنی میں اصل سے مُطابق، اور خوبیِ بیان میں حُسنِ ادا کی جان پایا، ان اوصاف اور اصل موضوع کی وقیع اہمیت کے باوجود نسیمِ عرفان باغِ فصاحت کے دلدادوں کیلئے شمیمِ مشام پرور بھی ہے بیان کی سلاست، بندش کی چستی، اسلوب کی تازگی و دلاویزی، اور مشکل پسندی سے اجتناب میں یہ کتاب ایک مُمتاز حیثیت رکھتی ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ یہ ترجمہ مقبول ہو گا اور مُفید ثابت ہو گا۔

دستخط برجموہن دتاتریہ کیفی
۱۷ علی پور روڈ دہلی
۴ر جنوری ۱۹۳۶ء

نسیمِ عرفاں پر ایک نظر

شاعری اور شاعروں کے خلاف بہت کچھ کہا گیا ہے۔ ایک اعتراض شاعری کی افادیت کی نسبت بھی کیا جاتا ہے کہ اگر سارے شعرا اور شاعری کے دفاتر کرۂ ارض سے اٹھ جائیں تو خلقت کے کون سے کام بند ہو جائیں گے؟ جواب یہ ہے کہ اگر کبھی اس کا امکان وقوع پذیر ہوا تو دنیا ایک ایسے جسم کی مانند رہ جائے گی جو بغیر روح کے ہو۔ وہ ایک پھول رہ جائے گی جو رنگ بو سے بے نیاز ہو، وہ ایک ساز ہو گی جو بے آواز ہو۔ یہ میرا عقیدہ ہے نفسِ شاعری کے متعلق۔ ایک ہی جگہ سے کوئلہ بھی نکلتا ہے اور ہیرا بھی نکلتا ہے۔ مذاقِ سلیم اور شعورِ صحیح دونوں میں امتیاز کرتا ہے، ایک کو دوسرے سے الگ رکھتا ہے اور موقع موقع پر صرف کرتا ہے۔

اس نقطۂ نظر سے نسیمِ عرفاں کو میں سراسر ایک کوہِ نور پاتا ہوں۔ مصنف صاحب صرف یہی نہیں کہ بڑے باپ کے بیٹے اور بڑے استاد کے شاگرد ہیں، بلکہ وہ آج کل کے شاعروں کی ز[illegible] الگ جگہ لکھتے ہیں۔ اس پر یہ کہ شاعر ہو اور موضوع ہو بھگوت گیتا، پھر کیوں اس کی ہر جنبشِ قلم نسیمِ عرفاں کے جھونکے آج کل کی مادی دنیا میں نہ پہنچائے۔

گذشتہ ستمبر کے مہینہ میں بمقام شملہ آپ نے اس ترجمہ کے تین باب مجھکو سنائے۔ فرصت کی کمی سے کل ترجمہ نہ سن سکا۔ گو جی بہت چاہا۔ آپ نے تشریح کے ساتھ ترجمہ کیا ہے یعنی اصل کے ایک شلوک کا اوسطاً چار اشعار میں مطلب آپ نے خوبی سے ادا کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی شاعری کا لطف بھی عمدہ طور پر اس میں شامل کیا ہے یہ چیز قابل تعریف ہے۔

مجھے امید ہے کہ اس کی قدر اردو دانوں میں بہت اور دور دور تک ہوگی۔

دستخط بھگوان داس

چنار تاریخ ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۵ء

پیش نامہ

از

عالیجناب ڈاکٹر بھگوان داس ایم اے ایم ایل اے آف بنارس

بھگوت گیتا کے بیسیوں زبانوں میں صدہا ترجمے ہوئے ہیں
اور ہوتے جاتے ہیں۔ یہ کتاب آلہی ایسی ہی پاک پُر معنی پُر اثر ہر موقع پر
دماغ کو مدد، ہر مصیبت میں دل کو مضبوط اور ہر روحانی سوال کو حل
کرنیوالی، اور ہر مُلک، زمانہ اور طبیعت کیلئے موزوں اور مُفید ہے
کہ اس پر جتنی بھی محنت کی جائے مُناسب ہے۔ چنانچہ شری بشیشور پرشاد صاحب
مُنوّر نے بھی اِس کا ایک ترجمہ اُردو اشعار میں کیا ہے۔

تصوّر

ہیں لطافتیں کنول کی تری چشمِ پُرفسوں میں

ہے ترا ہی اک تصوّر مُجھے حالتِ جنوں میں

مرے دلنواز ساقی مُجھے مست تو بنا دے

مُجھے بھر کے مے پلا دے مرے جامِ نیلگوں میں

گدائے ساقی منوّر

انتساب

نہایت ادب و احترام کے ساتھ میں اپنی اِس حقیر ادبی خدمت کو اپنے والد ماجد

ملک الشعراء منشی دوارکا پرشاد اُفق خلد آشیانی

کے

اسمِ گرامی پر معنون کرتا ہوں

جن کے

فیوض و برکات عالمِ بالا سے ابتک شعر کی شکل میں آپ کے خدمتگزار منوّر پر

نازل ہوتے رہتے ہیں

منوّر لکھنوی

ملک الشعرا منشی دوارکا پرشاد اُفق خُلد آشیانی

پیدائش سنہ ۱۸۶۴ء　　وفات سنہ ۱۹۱۳ء

فہرست مضامین

اوم

بھگوت گیتا منظوم

موسومہ

نسیم عرفان

مترجمہ

منشی بشیشور پرشاد منور لکھنوی خلف الرشید ملک الشعراء حضرت افق مرحوم
(مترجم ساگر سنگیت معروف بہ بحر ترنم رامائن بالمیکی بنے پترکا)

پہلی بار
کوروینیشن پرنٹنگ ورکس دہلی
قیمت عہ

(محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا)

منور لکھنوی